

ماہنامہ
گوجرانوالہ
الشريعة
تاریخہ

نور رسد رسنی

شیخ الحدیث مولانا محمد فرزان صاحب

زیر ادارت

ابوعمار زاہد الرشیدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ فَفُتِحَتْ

ابواب جنت
وغلقت
ابواب النار
وفتحت
سلسلة الشياطين
متفق عليه

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جب رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جنم کے دروازے
بند کر دیے جاتے ہیں شیطانوں کے قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

روزے کا فلسفہ

عبادت کا ایک طریقہ روزہ ہے روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے مجبور کے لیے شدید و ثقیل مشقت اٹھانے کیلئے تیار ہو جائے اس کا فلسفہ ہے کہ انسان جب کسی سے سخت دل بستگی اور قلبی محبت کرتا ہے تو پھر اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اسکی اپنی زندگی اور مرفی حیات درست ہیں یا نہیں اور وہ عیش و آرام میں ہے یا تکلیف میں ہے۔ مجبور حقیقی کی رضا حاصل کرنے کے لیے اقوام عالم نے مختلف مسلک اختیار کیے ہیں بعض لوگوں نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف اٹھانا موجب سعادت اور باعث رضائے الہی سمجھا اور ایسے متاعِ شائقہ کو ضروری سمجھا ہے جن میں فطرت انسانی اور خلق اللہ کی تبدیلی نظر آتی ہے مثلاً وہ کسی عضو شریف کو مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ کو ایک ہی حالت میں رکھ کر اس کو خشک کر لیتے ہیں یا عمر بھر تجربہ کی زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ عضو تناسل کا لیتے ہیں اور قوت مردی کا کلی استیصال کرتے ہیں یا اس قسم کی اور بے شمار دوسری باتیں جو سنت الہی کے خلاف ہیں۔

یہ یاد رکھو کہ یہ سب طریقے جاہلانہ طریقے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے والے عابدوں کو سبوح و حقیقی کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان سے خلق اللہ اور سنت الہی کی تفسیر و تبلیغ آتی ہے۔ اس کی سبب اچھی اور بہتر صورت وہی ہے جس میں بڑی بڑی نفسانی خواہشات و لذات مثلاً کھانا پینا اور جنسی تعلق کو اتنی دیر کے لیے پھوڑ دیا جاتا ہے جو نہ تو بہت کم ہو جس کا کچھ اثر ظاہر ہو محسوس نہ ہو اور نہ اتنی دیر تک خواہشات مذکورہ کو ترک کیا جائے کہ ریاضت کرنے والے کے جسم اور اس کے قہقہے بنیہ پر مضار اثر پڑے اور فساد مزاج کا باعث ہو۔

(ابدورالباغہ مترجم ص ۱۲)

سرمایہ داری کا بُت

ہندو جب بھی کوئی نیا نظام پیدا کرتا ہے تو اس کی بنیاد سرمایہ داری پر ہوتی ہے۔ چنانچہ گاندھی جی جیسا شخص بھی انسانیت کا اتنا بڑا نمائندہ بن کر سرمایہ داری سے ایک سانچے آگے نہیں بڑھ سکا اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو کی سٹیشن میں مگر وہ بھی سرمایہ دار ہیں ان کے مقابلہ میں حسرت موہانی کو کیجئے جنہوں نے انسانی کثرت قبول کی وہ اپنی تمام جائیداد فخر و کچکا اور اب وہ ایک کوڑی کا بھی مالک نہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے یورپ جا کر سوشلسٹوں کے ساتھ رہ کر سوشلزم سیکھا مگر حسرت اپنی ذاتی کاوش سے اس مرتبہ پر پہنچے۔ یہ فرق ہے مسلم سوسائٹی اور ہندو سوسائٹی میں مسلم جس وقت اپنے اصلی نظام پر آئے گا وہ سرمایہ داری کا بُت توڑنے والا ہوگا اور راج دنیا میں سربراہی کے سوا کونسا بڑا بُت ہے جسے توڑنے کی ضرورت ہے۔

(خطبات و مقالات ص ۱۱)

مشاورت کا مسئلہ اسلام میں بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن اسلامی حکومتوں کو شورومنی سے خالی کر کے مطلق العنان جاہل حکمرانوں اور امیروں کا کھیل بنا دیا گیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی امانت (سکاری خزانے) سے اپنی ثنوت پرستیوں پر خرچ کرتے ہیں اور وہ بڑی بڑی مصلحتوں کے مقابلہ میں خیانت کرتے ہیں اور ان سے کوئی لپچھے والا نہیں اس قسم کی غلطیوں کا خمیازہ مسلمانوں کو اس غلط تفسیر کی وجہ سے جگت پڑا اور نہ ہر ایک مسلمان ایک حاکم کے اوپر ننگی تلوار ہے وہ حاکم کیوں قانون الہی کی اطاعت نہیں کرتا؟ اگر وہ اطاعت نہیں کرتا تو کس بنا پر ہم سے اطاعت کا طلبگار ہوتا ہے یہ طاقت مسلمانوں میں پھر سے پیدا ہو سکتی ہے اور اس سے ان کی جماعتی زندگی آسانی کے ساتھ قرآن کے مطابق بن سکتی ہے۔ (عنوان انقلاب ص ۱۲)

اسلامی نظریاتی کونسل کی رجعت تہمتی

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان ایک آئینی ادارہ ہے جس کے قیام کی گنجائش ۳، ۴ء کے دستور میں اس مقصد کے لیے رکھی گئی تھی کہ پاکستان میں مرد و جہ قوانین کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لے کر خلاف اسلام قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے اور قانون سازی کے اسلامی تقاضوں کے سلسلہ میں قانون ساز اداروں کی راہنمائی کی جائے۔ ۳، ۴ء میں دستور کے نفاذ کے موقع پر اس کام کے لیے سات سال کی مدت طے کی گئی تھی لیکن ۴، ۵ء تک کونسل نے اس سب سے کوئی پیش رفت نہ کی اور جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے اپنے دور اقتدار میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل و کر کے اسے نہ صرف متحرک بنایا بلکہ اسلامی نظریاتی کونسل ہی کی سفارشات کی بنیاد پر عدو دارڈینس اور دیگر اسلامی قوانین کے نفاذ کا آغاز کیا۔ اس دور میں نافذ ہونے والے اسلامی قوانین کے نامکمل ہونے اور عملدرآمد کا پہلو خاصا کمزور ہونے کے بلجے میں دینی حلقے بھی مسلسل آدراٹھاتے رہے لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ چند اسلامی قوانین جس حد تک بھی نافذ ہونے وہ تمام مکاتب فکر کے سربراہوں اور علماء کرام کی شادرت اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی بنیاد پر تھے اور اصولی اور شرعی لحاظ سے درست تھے۔

ہماری عورتوں کے مطابق اس دور میں اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامی قانون سازی کے حوالے سے اتنی فی حد کام مکمل کر کے قوانین کے سوڈات مرتب کر دیے ہیں جو نفاذ و عملدرآمد کے لیے مکرانوں کی چیز پر تیار پڑے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے موجودہ مکرانوں کو اسلام کے نفاذ سے کوئی لپسی نہیں ہے بلکہ ان کی پالیسیوں کا رخ یہ نظر آتا ہے کہ اسلام کی جدید تعبیر و تشریح اور نام نہاد اجتہاد کے نام پر مغربی انکار و نظریات کو تسلیم کے سبب کے ساتھ مسترد کر دیا جائے لیکن اسلامی نظریاتی کونسل کا ٹھوس علمی و فکری کام ان کی راہیں بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل و کر کے اس میں دوبارہ قسم کے نام نہادوں اور محدثین کو شامل کر دیا گیا ہے اور نئی کونسل کے انتظامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مکران پارٹی کی سربراہ بیگم نے بغیر جھوٹے اسلامی نظریاتی کونسل کو ہدایت کی ہے کہ وہ عدو دارڈینس اور دیگر اسلامی قوانین پر نظر ثانی کرے اور انہیں اجتہاد کے نام پر مکران پارٹی کے مزور رجحانات اور تقاضوں کے مطابق ڈھالے۔

ہمارے نزدیک اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ رجعت تہمتی نہ صرف قانون سازی کے اسلامی تقاضوں سے متصادم ہے بلکہ اجتہاد اور تعبیر جدید کے نام پر ملک کو اتحاد کی آماجگاہ بنانے کی بھی ایک کوشش ہے جس کا علمی و دینی حلقوں کو سنبھالنے سے زحمت لینی چاہیے۔

محمد رفیق
۱۰ ستمبر ۱۹۹۰ء

ماہنامہ

الاسلامی

کوہ جزائر

جلد ۱ اپریل ۱۹۹۰ء نمبر ۴

سورست

شیخ الحدیث علامہ محمد سرفراز خان صاحب

ابوہار زاہد الراشدی

معاونین
ڈاکٹر نور محمد غفاری
پروفیسر غلام رسول میمن
حافظ مقصد احمد ایم اے
حافظ عبید اللہ عابد
حافظ محمد عثمان خان بابر

بدل اشتراک

اندرون ملک سالانہ ۱۰ روپے بیرونی ملکوں
امریکی ملک سالانہ پندرہ ڈالر
یورپی ملک سالانہ دس پونڈ
سعودی عرب سالانہ پچاس ریال
عرب امارات سالانہ بیس سو روپے

خط و کتابت کا پتہ

نمبر ۱۱ شارع الشریعہ مرکزی جامع مسجد کوہ جزائر
لاہور جسٹس روڈ کوہ جزائر

رقم کی کاپی کے لیے

صوبہ لاہور دارالافتاء کی
اکاؤنٹ نمبر ۱۵۹۹ حبیب بینک، بازار قاضی پورہ
کوہ جزائر

سودا ختر نے سود پتھر میگزین ڈیولپمنٹ سے طبع کیا اور حافظ
محمد علی خان راہرنے مرکزی جامع مسجد کوہ جزائر سے طبع کیا

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد بنی مجازی کی تشریف آوری

(۱۰)

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے سائٹ آفس کا افتتاح

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی اٹاوہ جہڑی روڈ، گوہرانوالہ کے ابتدائی بلاک کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ یہ بلاک جو عارضی طور پر تعمیر کیا گیا ہے یونیورسٹی کے سائٹ آفس کے علاوہ تعیری ضرورت کے سٹورز پر مشتمل ہے اور اس میں پانچ کمرے اور ایک برآمدہ شامل ہے جبکہ پہلے تعلیمی بلاک کی بنیادوں کی کھدائی شروع کر دی گئی ہے۔

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی نے سلیم آرکیٹیکٹس لاہور کے ساتھ تعمیر کی نگرانی کے لیے باقاعدہ معاہدہ کیا ہے اور ڈاکٹر فرم کی طرف سے یونیورسٹی کا اسٹرکچر پلان طے کر لیا گیا ہے جس کے مطابق پہلا تعلیمی بلاک اٹھارہ کلاس رومز، اساتذہ کے چودہ کمروں اور دیگر ضروریات پر مشتمل ہوگا جس کی تعمیر دو تین ستر لاکھ روپے کی لاگت سے تقریباً ایک سال میں مکمل ہوگی۔

۱۶ مارچ ۹۰ کو صبح ساڑھے دس بجے حرم پاک مکہ مکرمہ کے مدرس اور ممتاز عالم دین فضیلۃ الشیخ مولانا محمد علی مجازی منظرہ العالی یونیورسٹی کے سائٹ آفس میں تشریف لائے اور ایک سادہ سی تقریب میں دُعا کے ساتھ سائٹ آفس کا افتتاح فرمایا۔ اس موقع پر مولانا زاہد الراشدی، الحاج میاں محمد رفیق، میاں محمد عارف ایڈووکیٹ، شیخ محمد رفیع وزیر آبادی، حاجی شیخ محمد یعقوب، ڈاکٹر محمد اقبال لون، مولانا حافظ گلزار احمد آزاد، جناب حاجی علاء الدین حاجی نذیر احمد، حافظ محمد یحییٰ میر، شیخ محمد ابراہیم طاہر، جناب محمد سلیم (آرکیٹیکٹ)، مولانا قاری حماد اللہ شفیق، مولانا

عبدالرؤف ربانی اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔

مولانا محمد کی مجازی نے تعلیمی بلاک کی بنیادوں کی کھدائی کا معاہدہ کیا اور اس موقع پر بھی اس عظیم تعلیمی منصوبہ کی کامیابی کے لیے دُعا فرمائی۔ انیس شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے پروگرام کی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا جس پر انہوں نے مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ تعلیمی منصوبہ بہت بڑا ہے جس کی تکمیل کے لیے اُن تھک جہد و جد کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تعلیمی ادارہ امت مسلمہ کے ایک بہت بڑے مجدد اور امام کے نام پر قائم کیا جا رہا ہے اور اس کے قیام سے دینی حلقوں میں فکری انقلاب کا آغاز ہوگا۔ انہوں نے یونیورسٹی کے منتظمین کو اس سلسلہ میں بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

۱۶ مارچ کو رات ساڑھے آٹھ بجے الحاج سیریاہن نجم کی رہائش گاہ کشمیر ہاؤس ماڈل ٹاؤن گوہرانوالہ میں شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کی مجلس منظمہ کا ایک اجلاس الحاج میاں محمد رفیق کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں تعمیری پروگرام اور دفتری امور کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں تعمیری کام کی نگرانی کے لیے ایک تعمیری کمیٹی قائم کی گئی جس میں میاں محمد عارف ایڈووکیٹ ڈاکٹر محمد اقبال لون، حاجی شیخ محمد یعقوب شامل ہیں اور باقی ارکان کا اعلان جلد کر دیا جائے گا..... جبکہ ڈاکٹر محمد اقبال لون کو جمعیت اہل السنۃ والجماعہ کا ڈپٹی سیکریٹری منتخب کر کے یونیورسٹی کے دفتری امور کی نگرانی ان کے سپرد کر دی گئی۔

دینی اتناہ شاہ ولی اللہ یونیورسٹی کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے اصحاب شہادت سے اپیل کی ہے کہ وہ اس عظیم تعلیمی و دینی منصوبہ کی تکمیل کیلئے انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں اور رمضان المبارک کے دوران اس کار خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ ڈال کر اپنے ذخیرہ آخرت میں اضافہ کریں۔

ازم شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان مفسر
ارشادات شریفہ کی حفاط

کے لیے
 اوزار پیمانہ کی حد تک

تاکہ لگ گیا تھا (ترذی ج ۱ ص ۳۳ و ج ۱ ص ۳۲) اور
 یہ اسی صحیفہ سے روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف سمجھے
 جاتے تھے (تمذیب ج ۸ ص ۴۴) کیونکہ حضرات محدثین
 کرامؒ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق اگر کسی کو کتاب
 مل جائے اور صاحب کتاب نے اس سے روایت
 بیان کرنے کی اجازت نہ دی ہو تو اس کتاب سے روایت
 بیان کرنا حجت اور صحیح نہیں ہے (دیکھئے شرح نمبر ۱۸۸
 ص ۳۱ وغیرہ)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؒ
 بن عمروؓ کے پاس ایک کتاب دیکھی۔ ان سے دریافت
 کیا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صادقہ ہے
 جس میں مندرج روایات کو میں نے براہ راست حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میرے اور آپ کے
 درمیان کوئی اور واسطہ نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد
 ج ۲ ص ۱۲۵ قسم اول) حضرت عبداللہؒ بن عمروؓ فرماتے
 ہیں کہ میں علم کو قید تحریر میں لاؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔
 (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۳ و فیہ عبداللہؒ بن عمروؓ و ثقہ
 ابن معینؒ و ابن حبانؒ و قال ابن سعدؒ و قال الامام
 احمدؒ احادیث مناکیر و جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۴)
 حضرت عائشہؓ (الترغاة ص ۵۰) فرماتی ہیں
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواریں قبضے سے دو تھریں
 دستیاب ہوئیں جن میں درج تھا کہ سب سے بڑا نافرمان
 وہ شخص ہے جس نے اپنے پٹھنے والے کے علاوہ کسی
 اور کو پٹیا اور قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کو قتل کیا اور
 وہ شخص جس نے اپنی پرورش کرنے والوں کے علاوہ دوسروں
 سے اپنا الحاق کر لیا اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے
 رسول کا منکر ہے اور اس کی کوئی فرضی اور نقلی عبادت
 قبول نہ ہوگی۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۳۹ قال الحاكمؒ و

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب
 لکھ لیتے تھے بعض حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔ کبھی غصہ کی حالت میں گفتگو
 فرماتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں اور تم سب لکھ
 لیتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی طرف مراجعت کی۔ آپ نے اپنی زبان مبارک
 کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ اس سے جو کچھ
 نکلتا ہے اور جس حالت میں نکلتا ہے وہ حق ہی ہوتا
 ہے سو تم لکھ لیا کرو۔ (البرداء ج ۲ ص ۱۵۸ داری ص ۶۶
 مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ و مستدرک ج ۱ ص ۱۶)
 حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے اس مجموعہ کا
 نام صادقہ رکھا تھا (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۵،
 قسم اول) اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی
 آرزو دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے جن میں سے ایک
 صادقہ ہے اور یہ وہ صحیفہ ہے جو میں نے جناب رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُن کر لکھا ہے (مسند دارمی
 ص ۶۹) اور دوسری چیز دہب نامی زمین تھی جس کو حضرت
 عمرو بن العاص نے وقف کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن
 اس کے متولی تھے (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۸) حضرت
 عبداللہ کا یہی صحیفہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب کے

حضرت نسل بن مالک (المزنی سے) آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین کی کچھ
باتیں دریافت کیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عثمان بن عفان کو حکم دیا کہ کتاب لکھا جائے بشرطیکہ لا یشکل
(البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۵۱ اور مخبر ج ۲ ص ۱۲۲)
لہذا بیٹی میں بھی اس کتاب کا ذکر ہے (تراجموں نے
ان کو ایک کتاب لکھ کر دی جس میں اسلام کے احکام
تھے۔ شرائع الاسلام کا جلد بڑا واضح اور وسیع ہے۔
مردم شماری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ینبیطیہ
ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو چھ اور سات سو کے
درمیان نام قلم بند ہوئے (صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۲۰)
اور اس کے بعد ایک موقع پر مردم شماری کرائی گئی تو
تعداد پذیرہ سو سو تیرہ ہوئی (بخاری ج ۱ ص ۲۳۰) اور اس
میں آپ کے الفاظ یہ ہیں: اکتبوا لی من لفظ بالاسلام
من الناس فکتبنا لہ الحمدیث۔ یعنی مجھے مسلمانوں کی
کتنی کلمہ کر دو۔ چنانچہ ہم نے لکھ کر دی۔

زکوٰۃ کے متعلق تحریرات: زکوٰۃ کے احکام
اور مختلف چیزوں میں زکوٰۃ کا لازم ہونا اور زکوٰۃ کی مختلف
شرح کتابی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی تھی
جو حضرت عمرؓ کے خاندان کے پاس تھی (نہو نسو کتاب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التی کتب فی الصدقہ
دبو عند آل عمرؓ بن الخطاب الخ دار قطنی ج ۱ ص ۲۰)
اور یہ کتاب حضرت عمرؓ بن العزیرؓ نے جب کہ وہ مدینہ طیبہ
کے گورنر تھے حضرت عبداللہؓ بن عبداللہؓ بن عمرؓ اور
حضرت سالمؓ بن عبداللہؓ سے نقل کی تھی اور اپنے
ماتحت افسروں کو حکم دیا تھا کہ اس کتاب کے مطابق
عمل کرو اور اسی کے مطابق خلیفہ ولید بن عبدالملک

مہکم الملوک کی خدمت



خلافت راشدہ کے بعد اسلامی حکومت اور خلفاء کا
معیار وہ تو برقرار رہ سکا جیسا چاہیے تھا لیکن
اس میں بھی شک نہیں ہے کہ بعض خلفاء ایسے بھی
گزرے ہیں جن کے دل یاد الہی میں مصروف بہتے
اور اپنے غیر اسلامی افعال پر شرمندہ رہتے تھے۔
ان کو ہر آن یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ کہیں خدا کا وقت
موجود آ نہ جائے۔ انہیں خلفاء میں مدعی کا نام
بھی لیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا دل خشیت
الہی سے لبریز تھا۔ اموی خاتون مذہب کی حالت
دیکھ کر اس کی گریہ و ناری اور عاجزانہ دعاؤں
کا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے

حسن الریثی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک
مرتبہ زبردست آندھی آئی۔ میں خلیفہ کی تلاش
میں نکلا تو میں نے دیکھا وہ اپنے رخساروں
کو زمین پر رکھے ہوئے رو رو کر دعا مانگ
رہا ہے:

بار الہی! انت محمدیہ کی حفاظت کر ہمارے
دشمنوں کو ہماری تباہ حالی پر ہلنے کا موقع
نہ عطا فرما۔ اگر میرے گناہوں کے بدلے
تو پوری دنیا کو پکڑا رہا ہے تو لے میری
پیشانی تیرے حضور حاضر ہے

اور دیگر خلفاء عمل کرتے اور حکام سے زکوٰۃ کے بارے میں عمل کرواتے تھے۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۰۹ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما (الترغی ۱۰۱ ص) جب خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے

ارسل الی الدینۃ یلتمس عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصدقات فوجد عند آل عمر بن حزم کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عمر بن حزم فی الصدقات ووجد عند آل عمر بن الخطاب کتاب عمر الی عمالہ فی الصدقات بمثل کتاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عمر بن حزم فامر عمر بن عبد العزیز عمالہ علی الصدقات ان یاخذوا بمافی ذینک الکتابین۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲)

مزید طیبہ قاصد بھیجا تاکہ وہ اس تاکید فرمان کی تلاش کرے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقات کے بارے فرمایا تھا۔ چنانچہ قاصد نے حضرت عمر بن حزم کے خاندان کے پاس وہ کتاب پائی جو صدقات کے بارے آپ نے جاری فرمائی تھی اور اسی طرح حضرت عمر کے خاندان کے پاس بھی وہ تحریر پائی جو انہوں نے عمال کو بھیجی تھی اور وہ کتاب اس طرح کی تھی جس طرح کی کتاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن حزم کو ارسال کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے عمال کو انہی دو کتابوں کے بارے تاکید کر کہ وہ صدقات کے بارے انہی کتابوں پر عمل کریں۔

حضرت عمر بن حزم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر ان کو لکھوا کر دی

میں میں فرائض صدقات اور دیات وغیرہا کے متعلق بت سے ہدایات تھیں (نسائی ج ۲ ص ۲۱۰ و کنز العمال ج ۳ ص ۱۸۳ اسی طرح زکوٰۃ کے متعلق بعض دیگر مصلیٰ کے پاس بھی تحریری ہدایتیں موجود تھیں (دارقطنی ج ۱ ص ۲۰۹)

صھیفۃ علی رضی اللہ عنہ (الترغی ص ۳۴)

کے پاس ایک صھیفہ تھا جو ان کی تلوار کی نیام میں پڑا رہتا تھا۔ اس میں متعدد حدیثیں متعلق احکام قلم بند تھیں اور انہوں نے لوگوں کو وہ صھیفہ دکھایا بھی تھا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۹ مسلم ج ۲ ص ۱۶۱ و اربل المفرد ص ۵) اور اس صھیفہ میں متعدد احکام درج تھے جو حقوق اللہ و حقوق العباد پر مشتمل ہیں (دیکھیے بخاری و مسلم صفحہ مذکورہ) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ صھیفہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا ہے۔ اس میں فرائض صدقات ہیں (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹) حدیث میں جو صلح نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا تھا اس کی ایک نقل قریش نے لی اور ایک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ (طبقات ابن سعد مغازی ص ۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کا ایک بڑا حصہ کتابی شکل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا (مسلم ج ۱ ص ۱) ایک دن کوڑ میں حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک درہم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے۔ عمارت اور ایک درہم کے کاغذ خرید لائے اور ان کاغذوں کو لپیے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عمارت کے لائے ہوئے اوراق میں نکتب لکھ کر کثیراً (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶) انہیں بہت سا علم لکھ دیا۔

حضرت عبداللہ بن الحکم (المتوفی ۱۰۸ھ) کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط پہنچا جس میں مردہ جائز کے متعلق حکم درج تھا (معجم صغیر طبرانی ص ۲۴۲) حضرت داؤد بن جر جب بارگاہ نبوی سے رخصت ہو کر اپنے وطن حضرت جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاص طور پر ایک نار لکھا کر دیا جس میں ناز، روزہ، زبر، شراب اور دیگر امور کے متعلق احکام تھے۔ (معجم صغیر طبرانی ص ۲۴۲)

حضرت ضحاک بن سفیان - ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے جمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا؟ تو حضرت ضحاکؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں لکھا کہ کھینچا تھا۔ (دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۵) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو تحریر کر دیا کہ جیسے کا ذکر ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۱ ج ۲ ص ۲۷۱ اور ابن ماجہ ص ۱۹۳ وغیرہ میں بھی ہے۔ بیورو مدینہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تحریری معاہدہ کیا تھا اس کا ذکر ابوداؤد ج ۲ ص ۶۶ وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ (المتوفی ۱۰۸ھ) کا یہ عام ارشاد تھا کہ علم کو قید تحریر میں لاؤ (مسند رک ص ۱) حضرت عمرؓ نے حضرت عبید بن فرقد کو جب کردہ آذربائیجان کے محاذ پر تھے یہ خط لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع کیا ہے ہاں مگر چار انگشت تک کا حاشیہ اور کناؤ ہر تو کھینچا لیں ہے۔ (مصلح مسلم ج ۲ ص ۱۹)

حضرت انسؓ (المتوفی ۱۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبید بن فرقد سے ملاقات کی۔ انہوں نے

مجھ سے یہ حدیث بیان کی جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھا تو اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔ یعنی صدق دل سے پڑھا اور اس کے مطابق عمل بھی کیا) مجھے یہ حدیث بہت پسند آئی اور میں نے لکھ لیا (ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۳) حضرت انسؓ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم کو قید تحریر میں لاؤ (تمنیص المستدرک ج ۱ ص ۱۶) و دارمی ص ۶۵ طبع ہند ص ۱۲ طبع دمشق و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجال رجال الصیح)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ (المتوفی ۱۰۸ھ) نے بھی فرمایا کہ علم کو قید تحریر میں لاؤ (دارمی) اور خود انہوں نے ایک شخص کو حدیث لکھوائی اور اس نے لکھ لیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۹) اور حضرت ابن عمرؓ مجوزین کتابت علم میں شامل ہیں (بخاری ج ۱ ص ۱۵) حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خط لکھا کہ مجھے مختصر طور پر چنانچہ لکھ کر بھیجیں۔ حضرت عائشہؓ نے چند نصیحتیں ان کو لکھ کر روانہ کیں (ترمذی ج ۲ ص ۶۳) حضرت جابرؓ کی روایتوں کا ایک مجموعہ حضرت وہب تابعیؓ نے تیار کیا تھا۔ اسمعیل بن عبدالکریمؓ کے پاس تھا اور وہ اس سے روایت بیان کرتے تھے اور اسی لیے ضعیف سمجھے جاتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۶) حضرات محمد بن کرامؓ کا ضابطہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایتوں کا ایک مجموعہ حضرت سلیمان بن قیس شکرانیؓ نے تیار کیا تھا۔ حضرت ابوالزبیرؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت امام شعبیؓ جو سب تابعی ہیں حضرت جابرؓ کا صحیفہ انہیں سے روایت کرتے ہیں اور براہ راست بھی انہوں نے حضرت جابرؓ سے سماعت کی ہے (تہذیب التہذیب

حضرت عوف بن مالک (المتوفی ۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا ہذا اوان رفع السلم یعنی کشفی طور پر جو وقت نظر آ رہا ہے اس میں علم اٹھ جائے گا۔ ایک انصاری نے کہا جن کا نام زیاد بن لبید (المتوفی ۱۴۴ھ) تھا۔ یا رسول اللہ! علم کیسے اٹھ جائے گا وقد اثبت فی الکتب وریعۃ العلوب جب کہ وہ کتابوں میں ثبت کیا گیا ہوگا اور دلوں نے اس کو یاد کیا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا علم یسود اور نصاریٰ کے پاس لکھا ہوا نہیں ہے الحدیث (مسند رک ج ۱ ص ۹۹) قال الامام کمالہ والذہبی صحیح وجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱) مطلب واضح ہے کہ علم صرف لکھنے اور یاد کرنے ہی سے باقی نہیں رہتا جب تک کہ اس پر عمل بھی نہ ہو اور اس کی عام اثبات نہ ہو۔ آخر کتاب میں تو یسود و نصاریٰ کے پاس بھی تھیں لیکن مدارج حق کے اٹھ جانے اور بے عمل اور کتب پر علماء سرور اور پیران بدکردار کی اجارہ داری نے کتب میں درج شدہ علم کی روح ختم کر دی ہے۔ حضرت زیاد رضی کی یہ روایت مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۳ میں بھی بحوالہ مسند احمد بن ماجہ و ترمذی و دارمی نقل کی گئی ہے اور یہ روایت مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱ میں بھی ہے۔ مشکوٰۃ کی روایت میں یسود و نصاریٰ کی بے عملی اور تورات و انجیل کا ذکر ہے اور مجمع الزوائد کی روایت میں تورات و انجیل اور یسود و نصاریٰ کا تذکرہ ہے لیکن اس میں رنج العلم کا سبب حاملین علم کا اٹھ جانا ذکر ہے اور حضرت زیاد رضی کی ایک اور روایت ہے جس میں یسود و نصاریٰ کے تورات و انجیل پر عمل نہ کرنے کا ذکر ہے (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱) و اسنادہ حسن) اور اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابوالدرداء رضی سے بھی ہے جس میں حضرت زیاد رضی کے سوال کا اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کا تذکرہ موجود ہے کہ یسود و نصاریٰ کے پاس بھی تورات و انجیل موجود ہیں فساداً یعنی عنہم یعنی ان کے مطابق عقیدہ اور عمل اور اخلاق کے نہ ہونے سے محض کتابوں کے موجود ہونے سے کیا فائدہ؟

یعنی یہ تو انجیل اسفار کا مصداق ہے۔ اس مفصل روایت کی روشنی میں یہ بات بالکل حیاں ہو گئی ہے کہ جب

حضرت زیاد رضی نے فرمایا کہ وقد اثبت فی الکتب کہ علم جب کتابوں میں لکھا اور درج کیا ہوا ہوگا تو پھر کیسے ضائع ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی کلمہ نہیں فرمایا۔

اگر علم لکھنا ممنوع ہوتا تو آپ اس پر ہرگز خاموشی اختیار نہ فرماتے بلکہ سختی سے تردید فرمادیتے کہ علم کو لکھنے کا کیا جواز ہے؟

اور اگر کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا ہے تو اسے شامسے۔ بالکل ظاہر ہے کہ آپ کا اس پر سکوت فرمانا بلکہ صاف لٹا دینا

یہ فرمانا کہ آخر تورات و زبور بھی تو لکھی ہوئی ہیں لیکن ان پر عمل کیے بغیر زے لکھنے سے کیا فائدہ؟ کتابت علم کے جواز کی یہ

بھی واضح دلیل ہے اور لقبول مولانا رومیؒ علم تو صرف ظل علم دی فقہ است و تحضیر و حدیث

ہے اور یہ علوم سرفہرست کتابوں میں لکھے جاتے تھے۔ حضرت زیاد رضی بن لبید باضی کہ جب آنحضرت نے حضرت کا

گورز بنا کر بھیجا تو ان کو فرمائیں صدقات کے متعلق کتب ال شکل میں تحریر لکھوا کر دی۔ (نصاب رأیۃ ج ۳ ص ۳۵)

حضرت براہین مازب (المتوفی ۷۲ھ) کے پاس لوگ بیٹھ کر ان کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔ (دارمی ص ۶)

اہل میں کو آنحضرت نے جو احکام لکھوا کر بھرائے تھے ان میں یہ سننے بھی تھے کہ قرآن کریم کو بغیر طہارت کے اٹھ

نہ لگایا جائے اور غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جاسکتا اور نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(دارمی ص ۲۹۳) اور اس کتاب کا اور بغیر طہارت کے

تراجم کریم کو اٹھارہ لگانے کا ذکر دارقطنی ج ۱ صفحہ ۴۵۴ پر
میں بھی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج (المتوفی ۳۷، ۳۸) مروان
نے اپنے خطبہ میں یہ بیان کیا کہ مکہ مکرمہ حرم ہے۔ حضرت
رافع بن خدیج نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ مدینہ طیبہ
بھی حرم (اور عزت و احترام کا مقام) ہے اور یہ حکم میرے
پاس لکھا ہوا موجود ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اسے پڑھ
کر سنادوں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۱)

حضرت نعمان بن بشیر (المتوفی ۶۴ھ) کو حضرت
ضمک بن قیس نے خط لکھ کر دریافت کیا کہ آنحضرتؐ جمعہ
کی نماز میں سورہ جمعہ کے بغیر اور کون سی صورت پڑھتے تھے تو
انہوں نے جواب دیا کہ ہل آناک حدیث الثغابینہ پڑھتے
تھے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایتوں کے مختلف
تحریری نمونے تھے۔ اہل طائف میں سے کچھ لوگ ان کا ایک
مجموعہ ان کو پڑھ کر سنانے کے لیے لائے تھے۔ (کتاب اللعل
۱۱۱م ردی ص ۲۳۴) حضرت سعید بن جبیرؓ ان کی روایتوں کو
لکھا کرتے تھے۔ (دارقطنی ج ۶ ص ۶۹)

امام مغازی حضرت موسیٰ بن عقبہ (المتوفی ۱۴۱م)
فرماتے ہیں کہ میرے پاس ابن عباسؓ کے غلام حضرت کریم نے
حضرت ابن عباسؓ کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک بارشتر تھیں
(تمذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۳) حضرت ابن عباسؓ کا یہ حال
تھا کہ وہ آنحضرتؐ کے غلام حضرت ابراہیمؓ کے پاس آتے اور
سوال کرتے کہ فلاں دن آنحضرتؐ نے کیا کیا؟ اور حضرت ابن عباسؓ
کے ساتھ ایک شخص ہوتا جو ان کی ساری باتوں کو جنسب حضرت
ابراہیمؓ بیان کرتے لکھتا جاتا (الکافی ج ۲ ص ۲۴۵) حضرت
ابراہیمؓ کی اہلیہ حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت
ابن عباسؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس تختیاں تھیں جن پر حضرت

ابراہیمؓ کی بیان کردہ روایتوں کو لکھا کرتے تھے جو آنحضرتؐ
کے افعال کے متعلق حضرت ابراہیمؓ بیان کرتے تھے۔
(الکافی ج ۲ ص ۲۴۵) اور حضرت سلمیٰؓ یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں
نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت ابراہیمؓ سے آنحضرتؐ
کے کارنامے لکھا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۲)
قسم دوم) حضرت مکرّم (المتوفی ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ
نے جو خط (مکرم کے سربراہ) المنذر بن سادی کو بھیجا تھا وہ میں نے
حضرت ابن عباسؓ کی دفات کے بعد ان کی کتابوں میں پایا
اور میں نے وہ لکھ لیا اور اس خط میں دینی اور ملی باتوں کا
ذکر ہے (زاد المعاد ج ۳ ص ۱) اس کے علاوہ متعدد
بادشاہوں اور اپنے اپنے علاقہ کے سربراہوں کو آنحضرتؐ
نے جو خطوط ارسال کیے جن میں دین کا اہم ذخیرہ موجود ہے
کتب سیرت تاریخ میں ان کی خاصی تفصیل موجود ہے۔ ان میں سے
بادشاہ مقرّمس عمان کا بادشاہ جعیر بن الجعدی۔ یار کاہرہ
بن علی عتّان کا حادث بن ابی شرف مے مشورہ معروف ہیں۔
حافظ ابن العیثم (المتوفی ۵۱ھ) نے زاد المعاد ج ۳
ص ۶۳ تا ۶۴ میں ان کو قدمے تفصیل سے درج کیا ہے اور آپؐ
کے ارسال کردہ ان خطوط اور دعوت ناموں کے سلسلہ میں
حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیرت روایتی کی بے نظیر
کتاب البلاغ البہین فی مکاتیب سید المرسلین (مدیر مسلمی
جمعیم العلوات والتسلیات الف الف مرتب) سفید قرین
کتاب ہے جو اہل علم کے لیے ایک علمی تحفہ ہے جس میں ان
خطوط کی پوری تفصیل ہے حضرت کریمؐ (المتوفی ۱۰۹ھ)
فرماتے ہیں کہ چھ باتیں میرے تابوت میں لکھی ہوئی ہیں اور
تابوت (وہ صندوق ہے جس) میں حضرت علیؓ بن عبداللہؓ
بن عباسؓ کی کتابیں تھیں (ابو عروانہ ج ۲ ص ۲۱۲)
حضرت امیر معاویہؓ (المتوفی ۶۰ھ) نے حضرت مغیرہؓ
کو لکھا کہ وہ دعا (اگر) آنحضرتؐ نماز کے بعد پڑھا کرتے

تھے مجھے لکھ کر بھیجوا انہوں نے جواب میں لکھا کہ آنحضرت
 یہ دعا پڑھتے تھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
 لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر وہ
 اللہمَّ لَا مَانِعَ لِمَا عَطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ
 وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَبَدِ مِنْكَ الْجَبَدُ۔ (ابو عروانہ ج ۲ ص ۲۳۲)
 دار داؤد ج ۱ ص ۱۱۱ (ادب المفرد ص ۶) اور اس حدیث میں
 آتا ہے کہ یہ بھی لکھ کر بھیجا کہ آنحضرت نے قبل وقار کثرت
 سوال اضاعت مال اور ماؤں کی نافرمانی اور لڑائیوں کو
 زندہ درگور کرنے اور خود زینے اور دوسرے سے مانگنے
 سے منع فرمایا ہے (ادب المفرد ص ۶) بعض فی ص ۶
 اور ان میں سے بعض چیزوں کے لکھ کر ارسال کرنے کا ذکر
 بخاری ج ۱ ص ۱۱۱ میں بھی ہے اور قدسے تفصیل سے بعض
 مزید چیزوں کا ذکر بخاری ج ۲ ص ۸۸۲ میں ہے (حضرت امیر
 معاویہ نے حضرت عبدالرحمن بن شبل انصاریؓ کو خط لکھ کر بھیجا
 کہ دوگوں کہ حدیث کی تعلیم دو اور جب میرے شیخے کے پاس
 کھڑے ہو تو مجھے حدیثیں سناؤ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲)
 یہ سننا سنانا شاید اس لیے تھا کہ ان سے حدیث میں غلطی
 تو نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاریؓ آنحضرت
 سے شکایت کی کہ میں بسا اوقات آپ سے کوئی حدیث
 سنتا ہوں اور وہ مجھے پسند آتی ہے لیکن میں اس کو یاد نہیں
 رکھ سکتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو لکھ لیا کرو۔

(رحمۃ ممداء ص ۱۱)

حضرت عبداللہؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ بن عبداللہ بن
 ارقم الزہریؓ کو خط لکھا کہ حضرت سبیحہ بنت الحارث
 الاسلمیہ کے پاس جاؤ اور ان سے (خاندان کی وفات
 کے بعد عورت کی عدت کے بارے) حدیث دریافت کرو
 اور ان کو آنحضرتؐ نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ بھی دریافت

کردہ چنانچہ ان سے دریافت کرنے کے بعد وہ حدیث
 انہیں تحریر کر کے انہوں نے بھیجی۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے سامنے قسطنطنیہ
 اور رومیر کی فتح کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے ایک صندوق طلب
 کیا، اسے کھولا اور فرمایا کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس تھے اور آپ
 کے ارشادات لکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قسطنطنیہ فتح
 ہوگا۔ (مسند رک ج ۴ ص ۱۱۱ قال الامام ابو الذہبی صحیح۔ والذہبی ص ۱۱۱)

حضرت عمرؓ بن عدیؓ کے سامنے پانی سے استنجا کرنے
 کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ طاق میں جو صمیضہ رکھا ہوا ہے
 ذرا اسے مجھے لاکر دو۔ جب وہ صمیضہ لاکر دیا گیا تو عمرؓ بن عدیؓ
 یہ پڑھنے لگے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ روایتیں ہیں جو میں نے
 حضرت علیؓ بن ابی طالب کے سنی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ
 ظہور ایمان کا نصف ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۵۴)

ایمان کا مل طہارت باطنی (جو کلہ توحید سے حاصل ہوتی ہے
 اور طہارت ظاہری (جو خود وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے) کا نام ہے
 محدث عبدالاعلیٰؓ (المتوفی ۵۱ھ) جو روایتیں حضرت
 محمدؐ بن الحنفیہؓ سے نقل کرتے تھے وہ دراصل ایک کتاب
 تھی اور عبدالاعلیٰؓ نے براہ راست وہ روایتیں حضرت محمدؐ
 بن الحنفیہؓ سے نہیں سنی تھیں (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۴)
 امام جعفر صادقؓ (المتوفی ۴۸ھ) فرمایا کرتے تھے کہ
 ہم جو روایتیں اپنے آباء اجداد سے نقل کرتے ہیں میں نے
 ان سب کو حضرت امام باقرؓ کی کتابوں میں پایا ہے۔

(تمذیب التمذیب ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت سمیرہؓ بنت جندب (المتوفی ۵۹ھ) سے ان کے
 بیٹے حضرت سلیمانؓ روایتوں کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں
 اور ان سے ان کے بیٹے حضرت حبیبؓ (تمذیب ج ۴ ص ۱۱۱)
 اور حضرت محمدؓ بن سیرینؓ فرماتے ہیں فی رسالہ سمیرہؓ الیٰ ابنہ
 علم کثیر (ایضاً) لیکن اس رسالہ اور تحریر میں جو حضرت سمیرہؓ

نور حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔
(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۴)

قاسمی ابن شریف (عبداللہ بن شریف المتوفی ۴۴۴ھ) سے بعض امراء نے سوال کیا کہ یہ حدیثیں جو آپ صہبائے کرام سے روایت کی گئی ہیں یہ کہاں سے آئیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کتاب عننا (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۴) کہہ کر ہم سے پاس لکھی ہوئی ہیں۔

حضرت امام زہری (المتوفی ۱۲۴ھ) محدث ابوالانوار فرماتے ہیں کہ ہم تو صرف حلال و حرام کے مسائل ہی لکھتے رہتے تھے لیکن امام زہری جو کچھ سنتے وہ سب لکھ لیتے تھے اور بعد کو جب مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کی حاجت پڑی تو میں نے اس وقت یہ جاننا کہ وہ اعلیٰ الناس میں (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۴) محدث کیا ہیں کا بیان ہے کہ میں اور امام زہری طلب علم میں ایک ساتھ تھے۔ میں نے کہا کہ میں تو صرف سن ہی لکھوں گا چنانچہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی تھا وہ میں نے سب لکھ لیا اور امام زہری نے کہا کہ حضرات صحابہ کرام سے جو کچھ مروی ہے وہ بھی لکھو کیونکہ وہ بھی سنت ہی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ سنت نہیں بخیر میں نے وہ نہ لکھا اور امام زہری نے وہ بھی لکھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کا سب بولے اور میں برباد ہو گیا۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵)

وطبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۵ قسم دوم) امام زہری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے علم کی تدوین کی اور اس کو لکھا۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۴)

تاریخ کرام! آپ ان محسوس حوالوں سے بخوبی یہ معلوم کر چکے ہیں کہ علم اور حدیث کی کتابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کے مبارک ہاتھوں میں باقاعدہ ہوتی تھی ان کے مرتب نہ تھی۔ ابواب و فصول پر

نے اپنے بیٹوں کو بھیجی بہت بڑا علم ہے۔

مشہور تابعی حضرت ابو سیرہ بن سلمۃ المذلی (جو تابعی کبیر تھے مستدرک ج ۱ ص ۴) دکت عن الذہبی (فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ملا۔ انہوں نے زبانی مجھ سے حدیث بیان کی اور میں نے اپنے قلم سے اسے لکھا اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی میں نے نہیں کی۔ اس حدیث میں بہت سی باتوں کا ذکر ہے جن میں سے بعض یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک کہ فحش گوئی اور بکلائی اور قطع رحمی اور پڑوس کے حقوق کو پامال کرنا اور امانت دہانے کا خیانت کرنا اور خائیں کو امین تصور کرنا وغیرہ امور ظاہر نہ ہو جائیں۔) محدث مستدرک ج ۱ ص ۴ امام حاکم اور علاء ذہبی دونوں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علاء ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ (تلمیحیں المستدرک ج ۱ ص ۴)

حضرت عروہ بن الزہری (المتوفی ۹۴ھ) نے عروہ بدر کا معقل حال لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا تھا (طبری ۱۲۸۵)

حضرت سعید بن جبیر (المتوفی ۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات کو روایتیں سنتا تھا تو پالان پر لکھتا تھا۔ صبح کو پھر ان کو صاف کر کے لکھ لیتا تھا۔ (دارمی ص ۶۹)

حضرت نافع (المتوفی ۱۱۴ھ) جو حضرت ابن عمر کی خدمت میں تیس برس رہے تھے وہ اپنے سامنے لوگوں کو لکھوایا کرتے تھے۔ (دارمی ص ۶۹)

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود (المتوفی ۱۱۹ھ) ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ کتاب

کی صورت میں نعمتی رنگ میں تدوین سب سے پہلے حضرت امام زہریؒ نے کی ہے تاکہ مسائل اور احکام کو تلاش کرنے میں بھی کوئی دقت پیش نہ آئے اور اہم سراہم کی ترتیب بھی برقرار رہے جیسا کہ پہلے باحوالہ یہ بات عرض کی جا چکی ہے۔

احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے دیا

بعد کے لوگوں میں حفظ حدیث اور عمل کے جذبہ میں نسبت پہلے مبارک دور کے جب کچھ کمی نظر آنے لگی تو خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے اپنے قابل اذائل گورنر حضرت ابوبکر بن حزم کو سرکاری سطح پر حکم لکھ کر بھیجا کہ بغور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو جمع کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا خطرہ ہے اور مرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہی لکھنا اور اہل علم کو چاہیے کہ علم کی خوب اشاعت کریں اور علمی مجالس میں بیٹھ کر تعلیم دیں تاکہ جن کو علم نہیں وہ علم حاصل کریں۔ علم مرنے اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب کہ وہ راز بن جائے (اور اس کی نشر و اشاعت نہ کی جائے)۔ (بخاری ج ۱ صفحہ ۱۷۷ درجہ ممداء ص ۱۷۷) اسی طرح حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے اہل مدینہ کو فرمایا کہ

ان انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاکتبوا فانما خفت دروس العلم وذہاب اہلہ (دارمی ص ۱۷۷)

توجہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا خطرہ ہے۔

خیر القرون کے ذمہ دار اور باشعور حضرات نے توازن خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے عقیدت اور محبت کی بنا پر اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے پروری ذمہ داری محسوس کی اور حفظ و کتابت حدیث کا پورا پورا اثربت دیا لیکن خلیفہ راشد اور پہلی صدی کے مجدد حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے سرکاری طور پر جس ذمہ داری کا ثبوت دیا وہ ان کا خاص مجددانہ کارنامہ ہے۔

غرضیکہ یہ ٹھوس حوالے اس بات کو بالکل واضح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں جہاں احادیث کے نوک زبان کرنے کا ماحول رواج اور شوق تھا وہاں کتابت حدیث کی بھی کوئی کمی نہ تھی گو ان حضرات کے مجموعے فقہی ابواب پر تدوین اور مرتب نہ تھے لیکن ان میں علمی طور پر بہت کچھ درج تھا اور اس دور میں بھی باقی ماندہ حدیثیں اور روایتیں تیار ہو رہی تھیں اور وہی قیمتی ذخیرہ سینوں اور سینوں سے منتقل ہوتا ہوا نچلے روت اور محدثین تک پہنچا۔ گویا دور اول کا سرمایہ حدیث دوسرے دور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دور کا تحقیقی مواد تیسرے دور کی کتابوں کی زینت ہے اور تیسرے دور کی کتابوں میں جو اول اور دوسرے دور کی کتابیں کھپا دی گئی تھیں وہ ہزاروں اوراق میں فقہی ترتیب اور تدوین کے ساتھ ہمارے سامنے نوا امام مالکؒ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد اور طحاوی وغیرہ کتب حدیث کی شکل میں بالکل محفوظ اور موجود ہے اور دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ باوثوق علمی اور گراں بہا سرمایہ ان معتبر اور مستند کتابوں میں درج ہے۔ الغرض قرآن کریم کے بعد اس سے زیادہ مستند اور معتبر ذخیرہ دنیا کی تاریخ کے خزانہ میں در کوئی نہیں ہے۔

خود سنا کرنے کی بجائے پادری برکت صاحب کو آگے
کر دیا ہے اور یہی ان کی قابلیت ہے۔“

بقیہ اباہری مسجد اور اجودھیب

مسجد تعمیر کرائی ہو اس کا ذکر نہیں ملتا۔
دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی داس جو کرام کا زبردست
بھگت تھا اور جو اکبر کے عہد میں بڑا ہے اور جو اس خطے
کا بہت سے دالا تھا میم کے عہد پر پریشان ہے لیکن رام
جنم بھومی کی جگہ مندر توڑے جانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔
انیسویں صدی میں اس کی کمانی سرکاری ریکارڈ میں
داخل کی گئی اور دوسروں نے اسے تاریخی حوالہ سمجھ کر
میں کرنا شروع کر دیا۔ مندر توڑنے کی کمانی بے بنیاد
اور من گھڑت ہے۔ اس کے لیے کوئی تاریخی ثبوت
نہیں۔ ملاحظہ ہو ہٹار لیکل ایجینس آف تحصیل فیض آباد لکھنؤ۔
ایک غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمان حکمران ہندوؤں کے
مقدس مقامات کے دشمن برہے ہیں لیکن یہ بات
تاریخ کی شہادتوں کی روشنی میں بے بنیاد نظر آتی ہے۔
مسلمان نوابوں کی سرپرستی میں اس کی توسیع ہوئی۔ نوابوں
کی سرکار کا ایستھ کے تعاون سے چلتی تھی مسلمان نوابوں
کی افواج میں شیروہرم کے انے والے ناما تھے ہندوؤں
کے مقدس مقامات کے لیے تحائف اور جاگیریں دینے
میں نواب پیش پیش ہے ہیں۔ (بشکریہ دیوبند ٹائمز)

ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ

کی اشاعت بڑھانے کا ہم میں حصہ لیں اور اجاب
کو سالانہ خریدار بنا کر اس کا رخ میں عملاً شریک ہوں۔

دیوبند کے لیے
دیوبند ماہنامہ الشریعہ پوسٹ بکس ۳۳۱ گوجرانوالہ

اگر تحریری سرایہ ہی منکرین حدیث کے لیے قابلِ ثبوت
ہو سکتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زینِ ہمد سے
تدرین کتب حدیث کے دو رنگ اس کی بھی کوئی گئی نہیں
رہی جیسا کہ قارئین کرام ٹھوس حوالوں سے یہ پڑھ چکے ہیں۔
علاوہ بریں اسلام میں اصول تنقید اور درایت یعنی عقلی اور
نقلی حیثیت سے روایات کو پرکھنے کے اصول و ضوابط
الگ موجود ہیں اور ان اصول و قواعد کے ذریعے بخوبی مادہ
کی تصحیح یا تضعیف کی جا سکتی ہے اور روایات کی چھان بین
اور تحقیق میں اس درجہ دیانت داری اور حق گوئی سے کام
لیا گیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور یہ کارروائی
اہلِ سلام کے مفاخر میں شامل ہے۔ بشرط عربی دان فاضل
ڈاکٹر اس پر نگر جرنی کا مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔
نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس مسلمانوں
کی طرح اسرار الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی
بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔
(مفصلہ حاشیہ سیرت النبوی ج ۱ ص ۶۲ از مولانا شبلی)

بقیہ کلام حق کی بے بسی

کلام حق کے مندرجات کو لوگ ان سن رسیدہ پادریوں کی
عمر کا تقاضہ سمجھ کر خوش طبعی کا ذریعہ بنا لیں۔ مزید بڑوں
کلام حق کے مدیر صاحب کا یہ ارشاد بھی قابلِ توجہ
ہے کہ

کلام حق کے مدیر نے حافظ صاحب کو اس
قابل نہیں سمجھا کہ ان کے مفروضات کا جواب
دیا جائے۔“

حقیقت یہ ہے کہ خود پادری صاحب میں یہ
حوصلہ نہیں ہے کہ اپنے مفروضات کا دفاع کر سکیں۔
یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات پر کی گئی تنقید کا

رشادِ خلیفہ

ایک جھوٹا مدعی رسالت

ایک اطلاع کے مطابق امریکہ کے ایک مشہور مدعی رسالت ڈاکٹر رشاد خلیفہ کو ۳۱ جنوری ۱۹۹۰ء رات دو بجے تیز دھاگے سے قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر انٹرنیشنل عربی اخبار "المسلمون" کے حوالے سے ہفت روزہ ختم نبوت "کراچی بابت ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۹۰ء (جلد ۹، شماره ۲۸) میں چھپی ہے۔ ڈاکٹر رشاد خلیفہ کا سکن امریکہ کی ریاست ARIZONA (اری زونا) کا شہر Tucson (ٹوسان) تھا۔

وہ ایک عرصہ دراز سے بظاہر قرآن و اسلام کی خدمت کر رہا تھا مگر باطن اسلام کی جڑوں کاٹ رہا تھا تا اگلے تین سال قبل رسالت کا دعویٰ کر دیا۔

تاریخ شاہد ہے تمدین و دین بیزار افراد نے اصلاح دین کے پرے میں اپنے ناپاک عوام کے لیے جو تحریکیں اٹھائیں انہیں پر دان چڑھانے کے لیے ابتدائی مراحل میں وہ حمایت دین کے علم بردار بن کر اٹھے۔ اسی فریب کاری سے عوام میں مقبولیت حاصل کی اور پھر جب ان کی تجدیدی مساعی کی سادھ قائم ہو گئی تو اپنی دو فطرتی کا اس انداز سے مظاہرہ کیا کہ ان کی مقصد برآری بھی ہونے لگی اور ناپختہ کار لوگوں کا ایک ہجوم بھی ان کے ساتھ گراہی کی راہوں پر چل نکلا۔

ایسے وسیع کاروں کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ وہ اپنے باطل خیالات کی پرورش کے لیے کس قدر اس میں سچائی بھی شامل کر لیتے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کوئی ان کی آواز پر کان نہ دھرتا۔ آغاز کار ہی سے ان کا پرل کھل جاتا۔ ایسی

تحریکوں کی مثالیں ماضی بعید میں بھی ملتی ہیں اور ماضی قریب میں بھی آغاز اسلام میں اہل تشیع نے بھی کچھ ایسا ہی انداز اختیار کیا۔ اکثر صحابہ کرام کی تغیر و تفسیق اور ازدواج مطہرات کی تقصیر کے جرائم سوسائٹی میں پھیلانے کے لیے اہل بیت کی محبت کا سہارا لیا۔ صحابہ کرامؓ سے بے اعتنائی کے نتیجے کے طور پر ان احادیثِ نبویہ سے گلو خلاصی کرائی جو ان صحابہؓ سے مروی تھیں۔ ان صحابہؓ پر بداعتادی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ان کی مرویات کو رد کر دیا جائے۔ یوں وہ اہل بیتؑ سے محبت کے دعوے کے باوجود صحابہؓ کی پاکیزہ سیرتوں اور عملاً سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مستند اقوال و ذمرواات اور آپؐ کی سیرت طیبہ سے عملی و عملی استغنائے سے محروم رہ گئے۔

انیسویں صدی کے وسط آخر اور پھر بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی دعویٰ نبوت سے پہلے آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف مناظر اسلام بن کر اٹھا۔ اسلام کی صداقت کی حمایت میں مقالے لکھے، مناظرے کیے، تقریریں کیں مگر جب اپنی مقصد برآری کے لیے دُرُتک آگے نکل گیا تو بعد مدت، ٹھیل مسیح حتیٰ کہ دعویٰ نبوت سے بھی گریز کیا۔

کچھ ایسا ہی حال عالمیابہ محمد کا تھا۔ عالمیابہ نے سیاہ نام امریکیوں کو اسلام اور قرآن کی طرف بلایا۔ بظاہر یہ دعوت بڑی خوش آئند تھی مگر اتنا وقت کے ساتھ ساتھ وہ ایک نسلی تحریک زیادہ بن گئی اور دینی کم جس میں سیاہ نام نسلی دیتا تھا اور سفید نام امریکی ان کے پیدا کردہ شیطانِ بعینہ یہی حال گزشتہ چند برسوں سے ڈاکٹر رشاد خلیفہ کا تھا۔ رشاد خلیفہ نے ایک داعی اسلام کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا مگر اس کی دعوت ایک خاص نقطہ پر مرکوز تھی۔ اسے اسلاف کی دینی خدمات اور قرونِ خیر کی خیریت پر اعتماد نہ تھا۔ اس کی تہذیب پسندانہ اور ریاضاتی ساخت و بافت نے دین کی آڑ

violations have been found in the last two verses of Surah 9^o

کپیڑ نے ایک تاریخی جرم کا اظہار کر دیا۔ خدا کے کلام میں تحریف۔ قرآن میں دوسری آیت نکل آئیں۔ قرآن کے ہندسی ضابطے میں نو (۹) نقائص دریافت کر لیے گئے۔ یہ تمام نو نقائص سورت نمبر ۹ کی آخری دو آیتوں میں پائے گئے ہیں۔

بست سے نو سلم رشاد خلیفہ کو سپتا رسول سمجھنے لگے کیونکہ وہ بڑے وثوق سے دعویٰ کرتا کہ وہ اپنی اس تحقیق سے قرآن کی زبان بیان کی پاکیزگی کو ثابت کر رہا ہے۔ اس کے جھانسنے میں آئینوں سے زیادہ تڑوہ لوگ تھے جو علم دین کا ضروری علم نہیں رکھتے۔ اسلام تو قبول کر لیتے ہیں انکی علمی سطح مبادیات سے اوپر نہیں جاتی۔ تاہم بعض ثقہ قسم کے علماء نے اس کی گرفت کی اور اس کے ان خود ساختہ نظریات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا! جو کہ وہ ان سے قرآن ہی کی حقانیت ثابت کرنا دکھائی دیتا تھا۔

آج سے دس برس پہلے مساز عالم دین مولانا عبد القدوس ہاشمی نے بجا طور پر کہا تھا کہ دیات کا باطل علم قدیم اساطیری ادبوں کی پیداوار ہے۔ اسلام میں انکی کوئی اہمیت نہیں عوام میں جو ۷۸۶ء کے مدد کی بسم اللہ الرحمن الرحیم کی نسبت اہمیت تسلیم کی جاتی ہے مولانا ہاشمی نے اس کو بے جواز اور بے کار بتایا۔ قرآنی آیات کو مدعی شکلیں نے ان سے تعویذ بنا نا بھی بیکار شغل اور ضعیف الاعتقادی کا نتیجہ قرار دیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ۹ کے عدد کی اہمیت سب سے پہلے نویں صدی مسیحی میں قرامط کے ہاں مٹی ہے پھر ان قرامط کی بگڑی ہوئی شکل بمائی فرقہ کے ہاں ۱۹ کا عدد بڑی اہمیت کا حامل ہے اس

میں ایک نئی گمراہی کو جنم دیا۔

۱۹ کا عدد اس کی تاسرے صلا میٹروں کا مرکز تھا۔ ۱۹ کے عدد سے وہ بنا بر نظر اپنے دو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا (۱) قرآن دنیا کی طرف خدا کا آخری پیغام ہے اور ۱۹ کا عدد اس کی تصدیق کرتا ہے۔ خدا کا واحد ہونا حرف ابجد کے اعتبار سے ثابت ہے $1 + 9 = 10$ $1 + 8 = 9$ $1 + 7 = 8$ $1 + 6 = 7$

یہی وحدانیت الہی قرآن کا مقصد اصلی ہے۔

(۲) قرآن ہر طرح کی آیزیش، نقص و زیادت سے پاک ہے۔ اس نے اپنے پہلے دعویٰ کی تردید اس تعبیر سے کر دی جو سنت کے انکار پر مبنی تھی۔ اس نے کہا کہ سنت کی پیروی گمراہی اور بت پرستی ہے۔ یوں منکر حدیث ہو کر رشاد خلیفہ قرآنی بعیرت کھو بیٹھا۔ اس کی کتاب "The Computer Speaks: God's Message to the World" نے دنیا کو چونکا دیا اور لوگ اس کی قرآن میں ریاضیاتی کوششوں کے معترف ہو گئے۔

جہاں تک اس کے دوسرے مقصد کا تعلق ہے وہ اس سے بھی انحراف کر گیا۔ جب بعض قرآنی آیات اس کے خود ساختہ ریاضیاتی کلیوں کے مطابق نہ نکلیں تو اس نے ان آیات ہی سے انکار کر دیا۔ مثلاً اس نے سورہ توبہ کی آخری دو آیتوں کو وضعی اور الحاقی کر کے خود ہی قرآن میں عدم نقص و زیادت کی تردید کر دی۔ اس نے کہا

"The Computer exposes an historical crime. Tampering with the word of God. Two false verses envailed in Quran. (۲۴)

Nine violations of the Quran mathematical Code were discovered. All nine

کئی تاثراتی و جذباتی مضمون لکھے گئے۔ اس کی اس ڈیرری کے پیش نظر جید علماء سے استفادہ کیا گیا۔ ذیائے اسلام کے معروف ترین عالم دین شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز (سعودی عرب) نے اس کے ارتداد کا فتویٰ دیا۔ اس دوران میں رشا و خلیفہ نے مصری سکونت ترک کر کے امریکہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ امریکہ کی ریاست اری زونا کے شہر توسان میں بیٹھ کر ایک ماہانہ خبرنامہ جاری کیا جس کی بے شمار کاپیاں امریکہ اور کینیڈا کے سارے اسلامی مطلقوں میں مفت تقسیم کیں۔ محدو علم کے نو مسلم اس کی گرفت میں جلد آ جاتے بالخصوص وہ خواتین جو پرہیزگاری کے حافی نہ تھیں اور اسلامی لباس کے حق میں نہ تھیں وہ اس کے جھانسنے میں زیادہ آہیں کیونکہ رشا و خلیفہ نے ساتر لباس کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس بات کی بھی اجازت دے دی کہ عورتیں اور مرد ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتے ہیں۔

رشا و خلیفہ کے عقائد باطلہ اور ان کی تردید ایک مستقل مقالے کا تقاضی ہے، تاہم اس مدنی رسالت کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ ۱۹ حروف پر مشتمل بسم اللہ الرحمن الرحیم کی آیت قرآن کا ایک عجوباتی عددی ضابطہ ہے۔ یہ معجزات ضابطہ سورہ مدثر کی آیت ۳۰ کا منیٰ ہے اور یہ آیت "علیہا تسعة عشر" پر سے قرآن کی عددی دریا ضیاتی معجزاتی کی اساس ہے۔ اس کا مقیدہ ہے کہ ۱۹ اور اس کی جمعی، تقسی اور ضربی شکلیں پر سے قرآن کو محیط ہیں۔ جو آیات قرآنی اس ضابطے پر پورے نہیں اترتیں وہ وضعی ہیں۔

حروف متقطعات جو قرآن مجید کی ۲۹ سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں ان میں اس نے عددی اسرار تلاش کیے ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ قرآن جیسی ادب کتاب میں ریاضیاتی صحت ضابطہ اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ یہ کام انسانی قوت سے ماوراء ہے۔ چونکہ آج کا دور انسان کے صلیبی اولاد کے جب

کی دہریہ ہے کہ سبائی فرقہ باطلہ کے بانی محمد صلیب باب کی تاریخ پیدائش ۱۸۱۹ء ہے۔ ان اعداد کا مجموعہ $1+8+1+9=19$ بنتے۔ ہائیوں نے ۱۹ کے عدد کو مرکز کائنات مانا اور اسے اسرار کائنات کا اصل سرچرہ قرار دے لیا ہے۔ ہائیوں نے سال کے ۱۹ ایسے قرار دیے اور ہر مینے کے ۱۹ دن بنائے یوں ان کا کیلنڈر بھی ۱۹ کے عدد کے گرد گھومنے لگا۔

یہی ۱۹ کا بندر جو ہائیوں کے ان بڑا مقصد اور معنی خیز بندر قرار دیا جاتا تھا اسی پر رشا و خلیفہ نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کی ٹھان لی۔ اسے مرکز بنا کر اس نے کئی نئی جہیں لکھیں جن میں اہم یہ ہیں:

- 1) *The perpetual Aiac of Mohammad 1976*
- 2) *Mujaza All. Quran. Al. Karim 1980*
- 3) *The final Scripture 1981*
- 4) *Quran, Hadeth and Islam 1982*
- 5) *Visual presentation of the miracle 1982*

عام مسلمانوں کے علاوہ رشا و خلیفہ کے بھروسے میں آنے والوں میں مشہور مناظر اسلام احمد دیات کا نام سرفہرست ہے۔ وہ اس کی گنجگاہی سے بہت متاثر ہوئے۔ ۱۹۷۹ء میں انہوں نے ایک مقرر کتاب *Al. Quran an ultimate Miracle* لکھ کر رشا و خلیفہ کے افکار و دلائل کا خلاصہ پیش کیا۔ بعد ازاں اس موضوع پر احمد دیات کا ایک بیکر لیکچر *Al. Quran a visual Miracle* بھی پوری دنیا میں ٹیپ کر کے مفت تقسیم کیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد رشا و خلیفہ نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ اس نے ۱۹ کے عدد کی مدد سے قیامت کی صحیح تاریخ بھی معلوم کر لی ہے۔ جب اس کی جبارت یہاں تک آ پہنچی تو احمد دیات سمیت بہت سے مسلمان اس سے بدظن ہو گئے۔ اس کے معترفین نے اس کی مخالفت کرنا شروع کر دیا

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) نے فروری
سائل میں اختلاف کیا اور مختلف ملکوں میں چلے گئے
اور ہر ایک حکم رسول نافذ ہے (کسی کو پابند نہیں کرنا چاہئے)
خليفة اردن الرشید کی یہ بات پسند آئی۔ اس سے پہلے
خليفة منصور کے ساتھ بھی امام مالک کا یہی قول تھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ فقہی اختلافی مسائل
میں جو روایت زیادہ مستند اور قوی ہو اس کو ترجیح دی جائے۔
اثر اربعہ بالخصوص امام ابو حنیفہ کی تحقیق سے استفادہ کیا
جائے اور ظاہر الروایۃ کے مسائل کو ترجیح دی جائے۔ ان
کے خلاف مسائل کو جبری نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ وسیع تعلیمی
سے کام لے کر تمام مذاہب اہل سنت کے پیروکاروں کو اپنی
مسلمان بھائی سمجھ لیا جائے اور ان کے ساتھ بحث و مناظرہ
سے اجتناب کیا جائے۔ سب ہی ایک دوسرے کے پیچھے
نماز پڑھیں، ان کے ساتھ احترام سے پیش آئیں، اپنے
ملک کے اندر بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی جیسا منظر پیش کرنے
کی کوشش کریں جہاں تمام مذاہب کے لوگ جنسی امور کے
پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان جو دشمنان
اسلام نے نفرت و تعصب کو ابھارا ہے اس کو خیر باد کہہ کر
اسلامی اخوت کا منظر پیش کریں۔

اس کی معزنی اولاد معجزاتی چیپ (Chip) (سیلیکون
چیپ جس کی مدد سے کمپیوٹر کا انقلاب آیا) اور الیکٹرانک
ساحروں یعنی کمپیوٹروں کا دور ہے قرآن اس چیلنج کو قبول
کر کے کمپیوٹر کے لوازم پر پورا اترتا ہے۔ اس سے اس کا معجزہ
اور وحی ہونا ظاہر ہے۔ مزید یہ کہ ۱۹ اور اس کی مختلف ہندسی
ہستیاں وہ ضربی ہوں جسے ہوں یا تقیسی قرآن کی صحیح تعبیر
پیش کرتی ہیں۔

رشاد خلیفہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ رسول ہے نبی نہیں
کیونکہ قرآن کریم نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء
کا ہے خاتم الرسل نہیں کہا۔

رشاد خلیفہ نے اپنی کتاب Quran: Visual
Presentation of Miracle کے پہلے ۲۴
صفحات میں نام نہاد ۵۷ طبعی حقائق "پیش کر کے اعداد و
کے گزرائے دیے ہیں۔ عام قاری ان سے مسحور ہوئے بغیر
نہیں رہ سکتا لیکن جب ان پر گرا غور کیا جائے تو اس
معنی رسالت کے افکار کا نامور دیکھ کر وہ جاتا ہے۔
اس سلسلہ میں ابراہیم بلال فلیس کی کتاب The Quran's
numerical Miracle, How is Nearby لائق مطالعہ ہے۔

بقیہ فقہی اختلاف کا پینٹل

ایک دن انہوں نے امام ابو حنیفہ کی قبر کے نزدیک (مسجد امام عظیم
کے جنوبی جانب میں امام عظیم کی قبر ہے) فجر کی نماز پڑھی اور فوت
کی دعا نہیں پڑھی۔ امام ابو حنیفہ کے ادب کی درجہ سے اور کہا کہ
بسا اوقات ہم عراقی مذاہب کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

خليفة اردن رشید نے امام مالک سے کہا۔ میں آپ کی
کتاب حدیث "الموطأ" کو کعبہ میں لٹکاؤں گا اور لوگوں سے
کہوں گا کہ صرف ان روایات پر عمل کریں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ رسول اللہ

الشرعیہ اکیڈمی گوجرانوالہ

کے زیر اہتمام
بعض مدارس کے طلباء کے درمیان

مضمون نویسی کا انعامی مقابلہ

تفصیلات آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

ڈائریکٹر الشرعیہ اکیڈمی پوسٹ بکس ۳۳۱ گوجرانوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی



۱۸ مارچ ۲۰۰۵ء کو "اشتبانِ مسنون سیکوٹ" کے زیرِ اہتمام نمازِ عصر کے بعد اسلامک پبلک سکول باجوہ ٹریٹ ریگپورہ سیکوٹ میں تحریک پاکستان کے عظیم راہِ نما شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب پروفیسر میاں منظور احمد نے کی اور مدیر الشریعہ مولانا عبداللہ اللہ بلوڑ مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ تقریب سے ان دونوں حضرات کے علاوہ پروفیسر محمد عبد الجبار شیخ، مولانا محمد نذوقاکی اور جناب حامد عثمان عبیدی نے بھی خطاب کیا۔ مدیر الشریعہ کا خطاب درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

سرہ العزیز کے علمی جانشین کی حیثیت سے قرآنِ کریم کے حاشی مکمل کیے جو قرآنِ کریم کے اردو تراجم اور حواشی میں آج مجھے سب سے زیادہ وسیع اور جامع شمار کے جاتے ہیں۔ انہوں نے مسلم شریف کی شرح فتح الملہم لکھ کر علمی حلقوں سے شہسراج تحسین وصول کیا اور میرے نزدیک ان کی سب سے بڑی علمی خصوصیت یہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نازویؒ کی طرح علامہ عثمانیؒ بھی اپنے دور کے سب سے بڑے متکلم تھے۔ انہوں نے اسلامی نظریات و عقائد اور احکام قرآنین کو جس زورِ استدلال کے ساتھ پیش کیا اس کی مثال اس دور میں نہیں ملتی اور علامہ عثمانیؒ کی علمی عظمت کے اعتراف کی ایک جھلک اس واقعہ کے حوالہ سے دیکھی جاسکتی ہے جو میں نے حضرت مولانا مجید اللہ افروزؒ فرما کر اللہ مرستہ کی زبانی سنا۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ قدس سرہ العزیز نے ایک دور میں شیرانوالا لاہور میں اکابر علماء دیوبند کے اجتماع کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ

بعد الحمد والصلوة
آج کی یہ تقریب "اشتبانِ مسنون" کے زیرِ اہتمام تحریک پاکستان کے عظیم راہِ نما شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمات اور جدوجہد کے تذکرہ کے لیے منعقد ہو رہی ہے۔ مجھ سے پہلے پروفیسر محمد عبد الجبار صاحب اور مولانا محمد نذوقاکی اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں جبکہ پروفیسر میاں منظور احمد صاحب جو حضرت علامہ عثمانیؒ کے شاگرد بھی ہیں میرے بعد اظہارِ خیال فرمانے والے ہیں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جدوجہد اور خدمات کے بارے میں کچھ معروضات پیش کر کے تعمیلِ حکم کے لیے حاضر ہوں۔ دُعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت کچھ مقصد کی باتیں عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔
حضرت محترم! شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی زندگی کو میں تین حصوں میں تقسیم کر دوں گا۔ ایک حصہ اس دور پر مشتمل ہے جب آپ نے دیوبند اور ڈوبھیل میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ ہزاروں تشنگانِ علوم کو قرآن و سنت کے معارف سے سیراب کیا۔ شیخ السنہ مولانا محمد حسن دیوبند کی قدس سرہ

آف وال بھراں اور حضرت دین پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ جیسے
 عظیم اکابر بھی موجود تھے اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد
 عثمانیؒ بھی تشریف فرما تھے۔ اجتماع میں لاہور کے
 سرکردہ حضرات کو بھی مدعو کیا گیا تھا جن میں سر سرفراز
 علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم تھے۔ اس اجتماع میں جب
 حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے خطاب شروع کیا تو علامہ
 اقبالؒ شیخ پر تشریف فرما تھے لیکن چند لمحوں کے بعد وہ
 شیخ سے اٹھ کر یہ کہتے ہوئے سامنے سامعین میں بیٹھ
 گئے کہ "اس پیکرِ عظیم کا خطاب سامنے بیٹھ کر طالب علموں
 کی طرح سنا چاہیے" یہ علامہ عثمانیؒ کی علمی عظمت کا اثر
 ہے اور اس سے ان کے علمی مقام کا مرتبہ کا اندازہ
 لگایا جاسکتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی علمی حدت
 اور جدوجہد کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔
 لیکن یہ پہلو میں ان کے شاگرد جناب پروفیسر میاں منظور احمد
 صاحب کے لیے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں اس
 دور کی طرف جس میں علامہ عثمانیؒ نے تحریکِ پاکستان میں
 حصہ لیا بلکہ فیصلہ کن قیامِ پاکستان کو رادار ادا کیا۔ انہوں نے یہ لڑا
 تمنا نہیں بلکہ علماء کی ایک جماعت کے ساتھ تحریکِ
 پاکستان میں شرکت کی اور قیامِ پاکستان کی جدوجہد
 کو کامیابی سے بھنگا رکھا۔

ہمارے ہاں ایک بات تسلسل کے ساتھ کسی جا رہی
 ہے کہ علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی اور
 وہ قیامِ پاکستان کے خلاف تھے۔ یہ تاثر ایک سچے سچے
 منصوبہ کے تحت عام کیا جا رہا ہے اور اس کے پیچھے
 ایک مقصد کارفرما ہے۔ اس سلسلہ میں مقالات و مضامین
 کی اشاعت ہو رہی ہے اور اخبارات میں ہم کے
 انداز میں کام کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ سال ایک صاحب

نے اسی تاثر کو مباد بنا کر ایک اور مقدمہ کھڑا کیا ہے جو اس
 مہم کا اصل مقصود ہے۔ انہوں نے اپنے مسلسل مضمون
 میں یہ مقدمہ قائم کیا کہ علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت
 کی تھی اور قوم نے پاکستان بنا کر علماء کے موقف کو مسترد
 کر دیا جبکہ تحریکِ پاکستان کی قیادت جدید تعلیم یافتہ طبقہ
 نے کی اس لیے پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے علماء
 کی بیان کردہ تعبیر و تشریح کو مباد نہیں بنایا جائے گا بلکہ وہ
 تعبیر و تشریح اختیار کی جائے گی جو ان کے بقول جدید تعلیم یافتہ
 طبقہ قرآن و سنت کے لیے از سر نو طے کرے گی۔ یہ ایک
 نئی گمراہی کا دردازہ ہے جسے کھولنے کی کوشش کی جا رہی
 ہے اور اسی مقصد کے لیے یہ بات تسلسل سے جا رہی ہے کہ
 علماء نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی تاکہ اس مندرجہ
 کوئی گمراہی کی فکری اساس بنایا جاسکے لیکن یہ خلاف
 واقعہ بات ہے اور جھوٹ ہے کیونکہ سب علماء نے تحریکِ
 پاکستان کی مخالفت نہیں کی تھی۔ یہ درست ہے کہ علماء کی
 ایک بڑی جماعت نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی ہم
 اس سے انکار نہیں کرتے اور اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں
 میں اس موقع پر اس بحث میں نہیں پڑوں گا کہ تحریکِ پاکستان
 کی مخالفت کرنے والے علماء نے قیامِ پاکستان کی صورت میں
 جن خدشات و خطرات کا اظہار کیا تھا پاکستان بننے کے بعد
 کے چالیس سالہ دور نے ان کی تصدیق کی یا ان کو رد کیا ہے۔
 میں اس بحث کی طرف بھی نہیں جاؤں گا کہ قیامِ پاکستان
 کی مخالفت کرنے والے علماء کا سیاسی تشخص تقسیم ہند کے
 بعد ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کے لیے کس حد
 تک سہارا بنا ہے اور ان علماء کے سیاسی تشخص نے ان مسلمانوں
 کی جان و مال کے تحفظ کے لیے کیا رول ادا کیا ہے۔ ان
 مباحث میں الجھے بغیر میں کھٹے دل سے یہ تسلیم کرتا ہوں
 کہ علماء کے ایک بڑے طبقہ نے قیامِ پاکستان کے خلاف

انہی علماء کی وجہ سے اُجاگر ہوا۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء بھی تھے۔ مولانا عبدالحماد بدایونی بھی تھے، پیر صاحب آف ماکی شریف بھی تھے، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی بھی تھے۔ یہ تحریک پاکستان میں ان میں سے ہر کردار کا اعتراف کرنا ہوں اور اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ تحریک پاکستان کو اگر اسلامی تحریک سمجھا گیا ہے اور اس کے نظریاتی تشخص پر لوگوں کا اعتماد قائم ہوا ہے تو ان علماء کی وجہ سے ہوا ہے اور عوام نے ان علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے ذہنوں اور دلوں میں تحریک پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی تحریک کی حیثیت سے جگہ دی ہے ورنہ اگر مسلم لیگی قیادت یہ سمجھتی ہے کہ تحریک پاکستان کا نظریاتی تشخص اس کی وجہ سے قائم ہوا تھا تو یہ بات خود فریبی کے سرا اور کچھ نہیں ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے وقت دو

کام کیا تھا لیکن اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماء ہی کے ایک بڑے طبقے نے قیام پاکستان کی جدوجہد کا ساتھ دیا تھا اور ان کے سرخیل شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔ تحریک پاکستان کا ساتھ دینے والے انہی علماء میں حکیم الامت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی بھی تھے جن کے بانی میں خود قائد اعظم کا یہ مقولہ تاریخ کے ریکارڈ میں موجود ہے کہ ”ہم اے ساتھ ایک اتنے بڑے عالم ہیں کہ ان کا علم ہندستان کے تمام علماء کے علم پر بھاری ہے“

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ہدایت پر اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں علماء کرام کی ایک بڑی تعداد تحریک پاکستان میں علامہ شریک ہوئی اور فرداً فرداً نہیں بلکہ ایک باقاعدہ جماعت کی صورت میں انہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان مسلم لیگ نے بنایا میں اے تسلیم

کرتا ہوں لیکن اس وضاحت کے ساتھ کہ تنہا مسلم لیگ نے نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک بڑی جماعت بھی تھی جو تحریک پاکستان میں شریک تھی اور اس جماعت کا نام ”جمعیۃ علماء اسلام“ ہے جمعیۃ علماء اسلام کا قیام ۱۹۴۵ء میں گلگت میں عمل میں لایا گیا اور علامہ شبیر احمد عثمانی ہی کو اس کا سربراہ چنا گیا اور اس جماعت نے باقاعدہ پلیٹ فارم قائم کر کے مسلم لیگ کے ساتھ تحریک پاکستان میں کام کیا۔ اس میں مولانا اطہر علی جیسے بزرگ تھے۔ علامہ مظہر احمد عثمانی، مولانا غلام مرشد، مولانا راغب احسن، مولانا محسنی محمد شفیع اور دوسرے علماء اعلیٰ جنہوں نے تحریک پاکستان کا نظریاتی تشخص اجاگر کیا اور مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ تحریک پاکستان کا نظریاتی اور اسلامی تشخص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مسلمی دینی ادبی اور سماجی مجلہ
ماہنامہ
لاہور
زیر نگرانی
حضرت شاہ فقیر کنہی صاحب کراچی

الصّٰلِح

زیر نگرانی
محمد شفاق الرحمن

عصر حاضر۔ کہ جس میں فقیر کی جانب سے اسلامی شاہ کے اندام اور شریعت پر کی بنیادوں کو ہلکا پھینکا کی بغیر اور ظاہری ہر طرف سے سازشیں کی جا رہی ہیں۔ ایک طرف کفریہ مشرک کا یہ سب سے تو دوسری طرف دینی عقائد کی دیوار میں مذہب ہی کے نام پر بغاوت و بغاوت کی نکتہ کا کہ علم مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی گمانی ہیں کی جا رہی ہیں۔ ان تشنوں اور دین دشمن سازشوں کو بے نقاب کرنا اور ان کا مقابلہ کرنا ہم سب کا فرض اولیٰ ہے۔ جتنسا فرض اولیٰ ہے کہ اس کے خلاف جہاد کے ذریعہ اسلام کے بنیادی عقائد توحید الہی تعالیٰ، نبی صحت حضرت علیؑ وغیرہم کی شانیں ختم الہی مشیت صوابہ والی بیعت اور قرآن و سنت کی تعلیمات کو کھاتہ بسلیں جو ہم کیا ہے

ماہنامہ ”الصّٰلِح“ لاہور کا اجراء اسی سلسلہ جہاد کی کڑی ہے

المجلد تیسرا۔ کہ ماہنامہ ”الصّٰلِح“ لاہور کا شمار علم اور دانش کا ہے اور اس کا مقصد ہے اس لیے ”الصّٰلِح“ کے صفحات قارئین کی دینی تعمیری اور علمی تشنگی کی تسکین کے لیے کافی و دشمنی ہوا گیا کے اور ان شاء اللہ العزیز ہر شاہ خاص شدہ اور منتخب نواح پیدائشی افراد اور اہل سخن مسلمانین کا مرقع ہوا کرے گا۔

”امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے جہاد“ میں ماہنامہ ”الصّٰلِح“ کے ساتھیوں کو یوں نمودار ہو کہ بظاہر سبب کو بھی ”الصّٰلِح“ کا مدبر بنا کر کھاتہ ہوا ہے۔

پریٹ ۱، ماہنامہ ”الصّٰلِح“ لاہور، نذر، مکتبہ تہذیبیہ، ۱۰، اکرمی ہاؤس، اردو بازار، لاہور

ملاؤں کے باسے میں فیصلہ ہوا تھا کہ ان علاقوں کے عوام سے ریفرنڈم کے ذریعے رائے ل جائے کہ وہ پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں؟ ایک ممبر عد تھا جہاں کانگریس کی حکومت تھی اور ڈاکٹر خان مرحوم اس کے وزیر اعلیٰ تھے اور دوسرا سلیٹ کا علاقہ تھا۔ ان علاقوں میں ریفرنڈم جیتنا کوئی آسان بات نہ تھی اور ریفرنڈم کے لیے جب ہم چلانے کا فیصلہ کیا گیا تو علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفیق کار علامہ نضر احمد عثمانی سے درخواست کی گئی کہ وہ اس مہم کی قیادت کریں۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے صوبہ سرحد میں اور مولانا نضر احمد عثمانی نے سلیٹ میں پنجاب مہم کی قیادت کی۔ ان علاقوں میں مسلم لیگ کی پوزیشن بہت کمزور تھی لیکن یہ ان علماء کی مہم تھی کہ ریفرنڈم کا فیصلہ پاکستان کے حق میں ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ قیام پاکستان کے وقت کراچی میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور ڈاکٹر خان مرحوم مولانا نضر احمد عثمانی کے اٹھوں قومی پریم لہرانے کا تاریخی واقعہ دراصل ان دو بزرگوں کے اس کردار اور جدوجہد کا عملی اعتراف تھا جو انہوں نے قیام پاکستان میں کی۔

حضرات محترم اشیح الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی جدوجہد کا تیسرا دور قیام پاکستان کے بعد دستور ساز اسمبلی میں ان کی جدوجہد کا دور ہے جب انہوں نے دستور ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے پاکستان کی نظریاتی بنیاد کے تعین کی جنگ لڑی۔ اس حربہ سے یہ بحث الگ گفتگو کی متقاضی ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر بنا، لا الہ الا اللہ کے نعرہ پر بنا اور جسے دنیا کی پہلی اسلامی نظریاتی مملکت کا عنوان دیا گیا۔ اس ملک کے قائم ہوتے ہی اس کی دستور ساز اسمبلی میں یہ مسئلہ کیسے کھڑا ہو گیا کہ ملک کا دستور اسلامی ہونا چاہیے یا سیکولر بنیادوں پر ملک کا نظام ترتیب دیا جائے۔ یہ سوال آخر کیسے اٹھا؟ اس کا پس منظر کیا تھا؟ اس پر متعلق بحث کی ضرورت ہے اور

اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے فیصلوں کا تجزیہ کیا جائے، اسے کھنگالا جائے اور اس اٹھ کر تلاش کیا جائے جس نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو سیکولرزم کی بحث میں الجھا دیا۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دستور ساز اسمبلی میں نظریاتی اسلامی دستور کی مخالفت کی گئی، مگر اپنا پائیت اور تھپا کر ایسی کے طعنے کبے گئے اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ دستور ساز اسمبلی کا عمومی رجحان غیر مذہبی نظام کی طرح ہو چکا تھا لیکن شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس مہم کا تین تہا سا ناکیا اور تمام اعتراضات کا منطوق استدلال کے ساتھ جواب دیتے ہوئے بالآخر اسمبلی کو قائل کر دیا اور قرارداد معاصد منظور کر کے پاکستان کی نظریاتی اسلامی بنیاد ہمیشہ کے لیے طے کر دی۔ قرارداد معاصد کی بنیاد اس پر ہے کہ حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور پاکستان کے عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین نافذ کریں گے۔ یہ بات طے ہو گئی اور اس تک ملک کے سیکولر حلقوں کے گلے میں ہڈی بن کر چھنسی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ چھنسی ہے گی۔ قرارداد معاصد کو نظر انداز کرنا اب کسی کے بس کی بات نہیں رہی اور اس قرارداد کے ذریعے علامہ شبیر احمد عثمانی نے پاکستان کی اسلامی بنیاد کا ہمیشہ کے لیے تحفظ کر دیا ہے۔

اس موقع پر ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے کہ غلطی اگرچہ خلوص سے ہو مگر اس کے نتائج بہر حال سامنے آتے ہیں۔ مجھے ۸۴ء میں ایران جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے لیڈروں سے ایرانی انقلاب کے مراحل کے بارے میں گفتگو کا موقع ملا۔ ایک ایرانی لیڈر نے اس موقع پر مجھ سے سوال کیا کہ آذکیرا در ہے کہ ایرانی انقلاب ۱۵-۲۰ سال کی منت کے ساتھ انقلاب بپا کر دیا اور پاکستان کے

علماء کرام جن کی جدوجہد دو سو سال تک آزادی کے لیے تھی اور آزادی کے بعد چالیس سال سے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے محنت کر رہے ہیں لیکن ان کی جدوجہد کے ثمرات سامنے نہیں آ رہے اور انہیں ابھی تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی میں نے اس سوال کے جواب میں اپنے ذہن کے مطابق ان اسباب و عوامل کا ذکر کیا جو پاکستان میں نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس پر ایرانی لیڈر نے کہا کہ جناب اصل ہمت یہ نہیں بلکہ اصل قہر یہ ہے کہ ایرانی علماء نے بادشاہت کے خلاف تنہا جنگ نہیں لڑی۔ اس جنگ میں ایران کے نیشنلسٹ اور کمیونسٹ حلقے بھی ان کے ساتھ تھے مذہبی قیادت، کمیونسٹ زدہ پارٹی اور ڈاکٹر مصدق کی نیشنلسٹ پارٹی نے مل کر بادشاہت کو شکست دی لیکن شاہ ایران کے ملک سے باہر چلے جانے کے بعد ایرانی علماء نے اقتدار دہریوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ بتدریج انہیں منظر سے ہٹا کر اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے وہ انقلاب کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے اور اس پر کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو گئے جبکہ پاکستان کے قیام کے بعد وہ علماء جنہوں نے تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا وہ ضرورت سے زیادہ غلوں کا شکار ہو گئے اور مدارس و مساجد پر قنات کرتے ہوئے انہوں نے اقتدار کا راستہ دوسرے لوگوں کے لیے صاف کر دیا سب ظاہرات ہے کہ جن لوگوں نے اقتدار پر قبضہ کیا ملک کا نظام بھی انہی کی مرضی کے مطابق ہی چلتا ہے۔ یہ ایک ایرانی لیڈر کی بات کا خلاصہ ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا ہے۔ لیکن ہے یہ سونی صد درست نہ ہو لیکن سونی صد غلط بھی نہیں ہے بلکہ مجھے اگر آپ اس جملہ پر معاف فرمائیں عرض کروں گا کہ برصغیر کی تاریخ کی دو بڑی غلطیاں ایسی ہیں جنہوں نے ہماری تاریخ کا رخ موڑ دیا اور دونوں غلطیاں غلوں کے ساتھ ہوئیں۔ ایک غلطی احمد شاہ ابدالیؒ

کی ہے جس نے پانی پت کی تیسری جنگ میں سرہنوں کو شکست دے کر انہیں ہمیشہ کے لیے جنوبی ہند کی طرف دھکیل دیا لیکن اقتدار پر قبضہ برقرار رکھنے کے بجائے اسے پھر مغل شاہزادوں کے حوالے کر کے وطن واپس لوٹ گیا۔ وہ اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکا کہ مغل شاہزادوں میں اب ہندوستان کا اقتدار سنبھالنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی نتیجہ نکلا کہ مغل شاہزادے اقتدار سنبھال سکے اور بالآخر برطانوی استعمار کو میاں پاؤں جمانے کا موقع مل گیا۔ دوسری بڑی غلطی پاکستان بننے کے فوراً بعد علماء سے ہوئی کہ انہوں نے اقتدار میں شرکت اور حصہ داری پر اپنا دعوئی نہیں جتایا حالانکہ یہ ان کا حق تھا لیکن انہوں نے غلوں کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم نے اقتدار میں شریک نہیں ہونا بلکہ باہر رہ کر اقتدار والوں کی راہ نمائی کرنی ہے۔ اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں اور خدا جانے کب تک ہمیں ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

الغرض علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی جدوجہد کا یہ دور بھی بڑا تابناک ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر کے قرارداد مقاصد منظور کرائی اور پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو میکلورازم کی بنیاد پر دستور طے کرنے سے روک دیا۔

حضرات گرامی قدر! شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یہ جدوجہد ہمارے ذمہ قرض ہے اور یہ قرض ہم نے بہر صورت ادا کرنا ہے۔ قرارداد مقاصد منظور کر کے ملک کی اسلامی نئی بنیاد کا تعین علامہ عثمانیؒ نے کیا تھا اور ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانا اور مکمل اسلامی نظام کا نفاذ و طلبہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ذمہ داری سے پوری طرح عمدہ برآ ہونے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین یا اللہ العالین
 وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

علم بچہ ضالۃ الموت

ایک مشہور حدیث کا تحقیقی جائزہ

ہی کیوں نہ کرنا پڑے

اطلبوا العلم ولو کان بالصحین

(علم کو تلاش کرو خواہ وہ چین (اقصائے عالم)

ہی میں کیوں نہ دستیاب ہو)

پھر اس "علم ناطق" کو مزید مزوکد بنانے کے لیے

اسے فریضہ "کے لفظ سے تعبیر کیا جس میں کمی

کو تا ہی یا تمامان کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ

(علم کو طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان

عورت پر فرض ہے)۔

یہی نہیں بلکہ آپ نے فرمایا حکمت مومن کی ستاچ

گم گشتہ ہے جہاں لے وہ دوسروں کے مقابلے

میں اسے لے لینے کا زیادہ حق دار ہے۔

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن ایضا

وجد ہا فہو احق بھا۔

شیخ رسالت کے پوئلہوں کو اس حکم کی تعمیل میں کیا پس پیش

پس پیش ہو سکتا تھا۔ لہذا زیادہ عرصہ نہ گزارا تھا

کہ امت مسلمہ حکمت کے خزانوں کی امین ہو گئی۔

(ماہنامہ تہذیب الاخلاق علی گڑھ ج ۵ شماره ۵)

بمطابق ماہ مئی ۱۹۸۸ء ص ۲۹

افسوس کہ انہمترم کی بیان کردہ یہ مینز انتہائی ضعیف

اور قطعاً ناقابل اعتبار ہیں۔ سہل دونوں احادیث پر راقم کا

مسلم پرنور شہ علی گڑھ سے شائع ہونے والا اردو

ماہنامہ "تہذیب الاخلاق" مجریہ ماہ مئی ۱۹۸۸ء راقم کے

پیش نظر ہے۔ شماره ہذا میں جناب مولوی شبیر احمد خاں غوری

(سابق رجسٹرار استعمانت عرب و فارسی بورڈ سرشتہ تعلیم لاہور)

یورپی) کا ایک اہم مضمون "زیر عنوان" اسلام اور سائنس

شائع ہوا ہے۔ آں موصوف کی شخصیت برصغیر کے اہل علم

طبقة میں خاصی معروف ہے۔ آپ کے تحقیقی مقالات

اکثر برصغیر کے مشہور علمی رسائل و جرائد کی زینت بنتے رہتے

ہیں۔ آں محترم نے پیش نظر مضمون کے ایک مقام پر بعض

انتہائی ضعیف اور ساقط الا اعتبار احادیث سے استدلال

کیا ہے جو ایک محقق کی شان کے خلاف ہے۔ چنانچہ

رقم طراز ہیں:

"اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

پیروؤں کو جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور

نیکی کا روی اختیار کرنے اور برائیوں سے بچنے

کا حکم دیا ہے، اس طرح ان کو یہ بھی حکم دیا

ہے کہ خود کو اوصاف حمیدہ سے متصف کریں اور

ان اوصاف حمیدہ کے چند نام میں واسطۃ العقد

علم و حکمت ہے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ علم حاصل کریں

ہر چیز کو اس کے حاصل کرنے کے لیے انہیں

انتہائی مشقت حتیٰ کہ اقصائے عالم کا سفر

ایک طویل تحقیقی مضمون۔ سماہی مجلہ جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ
 عدد شمارہ ۱۱-۱۲ بھارتی ماہ جمادی الاخریٰ تارمضان ۱۴۰۶ھ
 ص ۵۶-۵۷ و عدد شمارہ ۱۳ بھارتی ماہ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ تا محرم
 ۱۴۰۷ھ (ص ۲۶-۲۸) میں تقریباً ڈھائی سال قبل شائع ہو چکا
 ہے۔ اب دوبارہ مجلس تحقیق الاسلامی لاہور (پاکستان) اپنے موقر
 علمی اہنار "محدث" لاہور ج ۱ شمارہ ۱۱ بھارتی ماہ
 جن ۱۹۸۸ء (ص ۶۰-۶۱) میں اسی مضمون کو بالاقساط شائع
 کر رہی ہے۔ شائقین کے لیے یہ مضمون بھی لائق مراجعت
 ہے۔ زیر نظر مضمون میں محترم جناب غازی صاحب کی بیان کردہ
 تیسری حدیث "کلہا طلکہ الخ" اور اس کے جملہ طرق پر علمی بحث
 پیش کی جاتی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ عند المحدثین اس روایت
 کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع "جامع
 الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۸۳-۳۸۴ طبع دہلی و تان
 کے "ابواب العلم" میں، ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (ص ۳۱
 حدیث ۱۶۶۹) کی کتاب الزہد" میں، بیہقی نے "مذخل" میں
 اور عسکری نے بطریق ابراہیم بن الفضل من سعید المتبری عن
 ابی ہریرۃ رضی فرقا روایت کیا ہے۔

خطیب تبریزی نے اس حدیث کو "مشکوٰۃ المصابیح"
 مع تنقیح الرواۃ ج ۱ ص ۲۹ طبع لاہور میں، علامہ سخاوی نے
 "مقاصد السنن فی بیان کثیر من الاحادیث المشتملہ ص ۱۹۲-۱۹۱
 میں، ابن الجوزی نے "علل المتناہیۃ فی الاحادیث الاربہ
 ج ۱ ص ۵۵ میں، اعلیٰ قاری حنفی نے "اسرار المفرد فی الاخبار
 الموضوعہ" ص ۱۸۶ میں، علامہ محمد اسماعیل مجنون الجراحی نے
 "کشف الخفاء و مزمل الألباس عما اشتمر من الاحادیث
 علی السنۃ الناس ج ۱ ص ۳۳ میں، علامہ محمد درویش حوت
 السیروی نے "اسنی المطاب فی احادیث منقطعہ المراتب ص ۳۳
 میں، علامہ شیبانی اثری نے "تیز الطیب من الجنبیث فیما یدر

علی السنۃ الناس من المحدثی" ص ۱۳۸ میں، امام ابن حبان نے
 "کتاب المجروحین ج ۱ ص ۱۵ میں، امام عقیلی نے "ضعفاء الکبیر"
 ج ۱ ص ۱۳۰، علامہ جلال الدین سیوطی نے "درر المنیرۃ ص ۱۹۳
 اور جامع الصغیر" میں، علامہ قضاوی نے "مسند شباب میں ہکوی
 اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے "ضعیف الجامع
 الصغیر زیادۃ" وغیرہ میں سہول حکم و اضافہ (غلیب
 ترمذی نے "مشکوٰۃ" میں ترمذی اور ابن ماجہ والی حضرت
 ابو ہریرۃ کی روایت میں "المؤمن" کی بجائے "الحکیم" لکھا ہے
 حالانکہ ترمذی نے "المؤمن" کے الفاظ ہی مروی ہیں، مگر
 مع تنقیح الرواۃ ج ۱ ص ۱۳۰۔ علامہ سخاوی نے ترمذی کی روایت
 کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں: "الکلمۃ الحکیمۃ الخ" (ص ۱۳۰
 السنہ ص ۱۹۲) حالانکہ اصل عبارت میں لفظ "الحکیمۃ" کے بجائے
 "الحکیم" موجود ہے (جامع ترمذی مع تحفۃ ج ۱ ص ۳۸۳)
 کے ساتھ وارد کیا ہے۔

اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد خود امام ترمذی
 فرماتے ہیں: ہذا حدیث غریبہ، لا لغرضہ الوجہ
 و ابراہیم من الفضل المخزومی ضعیف فی الحدیث"
 (جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۸۳-۳۸۴)
 امام ابن الجوزی بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔
 (علل المتناہیۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۵۵) اس روایت کی
 سند میں ایک مجروح راوی ابراہیم بن الفضل المخزومی المدنی
 موجود ہے جس کے متعلق ابن معین فرماتے ہیں کہ "ضعیف
 ہے۔ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی" ایک اور مقام پر
 فرماتے ہیں: "کچھ بھی نہیں ہے" امام نسائی فرماتے ہیں:
 "متروک الحدیث ہے" علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:
 "متروک ہے" علامہ ذہبی فرماتے ہیں: "فاحش المظاہرہ"
 امام عقیلی فرماتے ہیں: "امام بخاری کا قول ہے کہ منکر الحدیث
 ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

ضعیف الحدیث ہے۔ امام ابن الجوزیؒ نے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ: "اس کی حدیث کچھ بھی نہیں ہوتی" ڈاکٹر عبد العلی امین تعلیمی فرماتے ہیں کہ اس کے مترادف ہونے پر اثر جرح والتعدیل کا اجماع ہے۔ حدیث کے تمام نقاد نے اس کی تضعیف کی ہے۔ مجھے ایسا کوئی فرد نظر نہیں آتا کہ جس نے اس کی توثیق کی ہو۔"

"ابراہیم بن الفضل المحزوبیؒ کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تدریج یحییٰ بن معینؒ، علی لابن حنبلؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، تاریخ الصغیر للبخاریؒ، معرفۃ والتدریج للبرقیؒ، ضغفار، کبیر للعسقلیؒ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین لابن حبانؒ، کامل فی الضغفار لابن عدیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، التہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، ضغفار للزکریاؒ، لسانیؒ، ضغفار، والمتروکون للدارقطنیؒ اور مجموع فی الضغفار والمتروکین للسیردان وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔"

اب ذیل میں اس باب میں وارد ہونے والی چند روایات اداوان کے طرق کا عملی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کو قضاعیؒ نے "مسند شہاب" میں بطریق لیث بن ہشام بن سعد عن زید بن اسلم مرفوعاً روایت کیا ہے اس میں یہ اضافی الفاظ موجود ہیں: "حيث ما وجد المؤمن ضالة فليجمعها اليه" "عسکرئ" کی ایک دوسری حدیث بطریق عنبسہ بن عبدالرحمن عن شبيب بن بشر عن انس مرفوعاً بھی مروی ہے جس طرح ہے، "اللعن ضالة المؤمن حيث وجده اخذه" "قضاعی" اور "عسکرئ" کی ایک اور روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے: "كلمة الحكمة ضالة كل حكيم فاذا وجدها فهو احق بها" "ابن عسکر" ابن لال" اور دہلوی وغیرم نے بطریق عبدالرباب عن مجاہد بن علی مرفوعاً اس طرح بھی روایت کی ہے: "ضالة المؤمن العلم كلما قيده حديثاً طلب اليه اخره دہلوی نے

اپنی سند ج ۱ صفحہ ۱۰۱ میں اور ضعیف الدین ابو المعالی نے "فضل العلم" ج ۱ صفحہ ۱۰۱ میں ابراہیم بن ہانی عن عمرو بن حکام عن ابوبکر عن زید بن ابی حسان عن انس کے مرفوع طریق سے ایک اور حدیث اس طرح روایت کی ہے: "احسبوا على المؤمنين ضالتهم قالوا: وما ضالة المؤمنین قال العلاء" اس باب میں دہلوی کی ایک اور حدیث جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس طرح ہے: "لعمرك ان ضالة المؤمنین ضالة الرجل فيهدى بالآخرة"۔ دہلوی نے اس باب میں ابن عمرؓ سے بھی ایک حدیث روایت کی جو اس طرح ہے: "خذ الحكمة ولا يترك من أي وعاء خرجت"۔

ان تمام روایات میں سے قضاعیؒ کی زید بن اسلم والی مرفوع حدیث کے متعلق علاوہ سخاویؒ اور علاء مغلبنیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ (مقام المدینة للسخاویؒ صفحہ ۹۲) دکشف القفا للعلوانیؒ ج ۱ صفحہ ۲۳۵) لیکن اس میں صرف راوی زید بن اسلم" ہیں جو کثرت سے ارسال کرتے ہیں۔ (کذا فی التہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱ صفحہ ۲۴۲) کی موجودگی ہی اکیلی علت نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دو اور مرفوع راوی بھی اس کی سند میں موجود ہیں یعنی لیث بن ابی سلیم الکوفی اور ہشام بن سعد۔

"لیث بن ابی سلیم الکوفی" جن سے صحاح اور سنن وغیرہ میں روایات موجود ہیں، ان کی نسبت امام نسائی فرماتے ہیں کہ "ضعیف ہے"۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ کا قول ہے کہ صدوق تھے مگر آخر عمر میں اختلاط کرنے لگے تھے اور اپنی احادیث میں تیز کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں: "مضطرب الحدیث تھے لیکن لوگ ان سے روایت کرتے ہیں" امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "یحییٰ اور نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے لیکن ابن معین" کا ایک اور قول ہے کہ

اس میں کوئی حرج نہیں۔" ابن حبان بیان کرتے ہیں کہ آخر عمر میں اختلاط کرتے تھے۔" امام عقیلی "سا" ہیں کہ ابن عیینہ لیث بن ابی سلیم کی تضعیف کیا کرتے تھے۔۔۔ بخیلی بن سعید لیث سے کوئی روایت بیان نہیں کرتے تھے۔" لیث بن ابی سلیم کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ضعفاء والمتروکون للنسائی، تاریخ یحییٰ بن معین، تاریخ الکبیر لبخاری، ضعفاء الکبیر للعقیلی، جرح والتعديل لابن ابی حاتم، مجروحین لابن حبان، کامل فی الضعفاء لابن عدی، میزان الاعتدال للذہبی، التذیب التہذیب لابن حجر، تقریب التہذیب لابن حجر اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیردان وغیرہ۔ (ضعفاء والمتروکون للنسائی، ترجمہ ۱۵۰، تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۵۰۱-۵۰۲)

اس طرف کا دوسرا مجروح راوی ہشام بن سعد ابو عبد اللہ دانی ہے جس کی نسبت امام نسائی فرماتے ہیں: "ضعیف تھے۔" امام نسائی کا ایک اور قول ہے کہ قوی نہ تھے۔" ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صدوق ہے لیکن اس کو دہم رہتا ہے۔ اس پر شیعہ کا الزام بھی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: امام احمد کا قول ہے کہ حافظ حدیث نہ تھے۔ یعنی القطن ان سے کوئی روایت بیان نہیں کرتے تھے۔ امام احمد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ علم الحدیث نہ تھے۔ ابن معین فرماتے ہیں کہ نہ قوی تھے اور نہ ہی متروک۔" ابن عدی کا قول ہے کہ "ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔" ہشام بن سعد کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ضعفاء والمتروکون للنسائی، ضعفاء الکبیر للعقیلی، تاریخ الکبیر لبخاری، جرح والتعديل لابن حاتم، مجروحین لابن حبان، کامل فی الضعفاء لابن عدی، میزان الاعتدال للذہبی، تقریب التہذیب لابن حجر اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیردان وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسکری کے ثانی الذکر طریق میں ایک مجروح راوی ابن عبد الرحمن ہے جسے امام نسائی اور امام ابن حجر عسقلانی نے "متروک الحدیث" بتایا ہے۔ ابو حاتم الرازی نے اس کو "وضع حدیث" کے لیے مستمم کیا ہے۔ امام بخاری نے اسے ترک کیا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں: امام ترمذی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ذاہب الحدیث تھا۔ امام عقیلی فرماتے ہیں: "یحییٰ کا قول ہے کہ وہ ضعیف تھا۔" ابن عبد الرحمن کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تاریخ یحییٰ بن معین، تاریخ الکبیر لبخاری، تاریخ الصغیر لبخاری، ضعفاء الصغیر لبخاری، ضعفاء والمتروکون للنسائی، ضعفاء والمتروکون للذہبی، معرفۃ والتاریخ للسبوی، ضعفاء الکبیر للعقیلی، مجروحین لابن حبان، جرح والتعديل لابن ابی حاتم، کامل فی الضعفاء لابن عدی، میزان الاعتدال للذہبی، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیردان، التذیب التہذیب لابن حجر اور تقریب التہذیب لابن حجر وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ اب دلیلی کی احادیث پر ناقدانہ بحث پیش کی جاتی ہے۔ دلیلی کی اول الذکر (یعنی حضرت علیؑ کی مرفوع حدیث کی سند میں عبد الوہاب حضرت مجاہد بن جبر یعنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حالانکہ اس کا حضرت مجاہد سے سماع نہیں ہے۔ امام بخاری اور دیگر غیرہ نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی اس کی نسبت فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: یحییٰ کا قول ہے کہ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ عثمان بن سعید، یحییٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ امام احمد بھی فرماتے ہیں کہ وہ کچھ بھی نہیں ضعیف الحدیث ہے۔ ابن عدی فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ روایت کرتا ہے عموماً اس کی ثنابت نہیں ہو اکتی۔ عبد الوہاب بن مجاہد بن جبر کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ضعفاء الکبیر لبخاری، ضعفاء والمتروکون

المبصری، جس کی نسبت امام حاکمؒ اور نقاش کا قول ہے کہ وہ حضرت انسؓ وغیرہ سے موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "شعبہ جرحی اس پر شدید جرح کی اور اس کی تکذیب کی ہے۔" ولفظی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ ابوحاتم الرازیؒ وغیرہ نے کہا کہ اس کے ساتھ کوئی حجت نہیں ہے۔

ابن ابی حسان کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تاریخ الکبیر للبغاری، تاریخ الصغیر للبغاری، ضعفاء الصغیر للبغاری، ضعفاء المتروکون للدارقطنی، جرح والعتدیل لابن ابی حاتم، مجروحین لابن حبان، کامل فی الضعفاء لابن عدی، میزان الاعتدال للذہبی، اسان المیزان لابن حجرؒ اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔

(۲) اس سند کا دوسرا راوی بکر بن خنیس القاضی ہے جس کو امام نسائیؒ نے "ضعیف" گردانا ہے۔ دارقطنیؒ نے "متروک" قرار دیا ہے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں: "بصرین اور کوفین نے اسے موضوع روایت کرتا ہے۔" امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ابن خنیس کا ایک قول ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسرا قول ہے کہ ضعیف ہے اور تیسرا قول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ صلح ہے لیکن قوی نہیں ہے۔" ابن خنیس القاضی کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تاریخ یحییٰ بن معین، تاریخ الکبیر للبغاری، معرفۃ والتاریخ للبوسنی، ضعفاء الکبیر للعتقلی، جرح والعتدیل لابن ابی حاتم، مجروحین لابن حبان، کامل فی الضعفاء لابن عدی، ضعفاء المتروکون للدارقطنی، ضعفاء المتروکون للنسائی، میزان الاعتدال للذہبی، المعنی فی الضعفاء للذہبی اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیوان وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۳) اس سند کا تیسرا مجموع راوی عمرو بن حکام ہے لیکن مذکورہ بالا دونوں راوی ہی اصلاً اس روایت کی آفت ہیں۔ عمرو بن حکام کو امام نسائیؒ نے "متروک الحدیث" کہا اور امام بخاریؒ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ امام احمدؒ نے بھی اس

نسائیؒ، تاریخ یحییٰ بن معین، سوالات محمد بن عثمان، تاریخ الکبیر للبغاری، ضعفاء الکبیر للعتقلی، جرح والعتدیل لابن ابی حاتم، مجروحین لابن حبان، کامل فی الضعفاء لابن عدی، ضعفاء والمتروکون للدارقطنی، میزان الاعتدال للذہبی، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیوان وغیرہ۔

حضرت علیؓ کی اس مرفوع حدیث کی تخریج ابی اساکہ نے بھی کی ہے جس کے متعلق علامہ سید ابوالزیر احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) فرماتے ہیں: "اس باب بن ابن عساکر نے بھی حضرت علیؓ سے باسناد حسن روایت کی ہے اور علامہ شیخ عبدالرحمن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: "اور ابن عساکر نے بھی حضرت علیؓ سے اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ جامع الصغیر میں مذکور ہے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باسناد حسن مروی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۵) حالانکہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے جیسا کہ اوپر واضح کیا جا چکا ہے۔ غالباً صاحبان "تقیح الروایۃ" و "تحفۃ الاحوذی" رحمہم اللہ کہ علامہ مناویؒ کے قول سے دہم ہوا ہے۔ حضرت علیؓ کے طریق سے وارد ہونے والی اس حدیث کو علامہ شیخ محمد ناظر الدین الألبانی حفظہ اللہ نے "ضعیف الجامع الصغیر و زیادۃ" میں وارد کیا ہے۔

دینیؒ اور ضعیف الدین ابوالمعانیؒ کی روایت کردہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ اصلاً موضوع ہے۔ اس روایت کو امام سیوطیؒ نے اپنی جامع "اور ذیل الاحادیث المرفوعہ" (لسیوطی ص ۳۳) میں، ابن النجارؒ نے اپنی تاریخ "میں اور علامہ شیخ محمد ناصر الدین الألبانی نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والمرفوعہ" (ج ۲ ص ۲۲۴-۲۲۵) میں وارد کیا ہے۔ اس کی سند میں "ابراہیم بن ہانی" "مجمول" راوی ہے اور اگلے تین راوی انتہائی مجروح بلکہ "متروک" ہیں۔ (۱) زیاد بن ابی حسان

سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اس کے جملہ طرق انتہائی "ضعیف" اور قطعاً غیر معتبر ہیں۔ البتہ ایسا ممکن ہے کہ علم و حکمت کے حصول کی طرف رغبت دلانے کے لیے یہ حکیمانہ قول ہمارے اسلاف و علماء میں سے بعض کا ہو۔ علامہ سخاوی اور علامہ مجلسی نے اس سلسلہ میں اسلاف کے کچھ اقوال بھی نقل کیے ہیں جو راقم کی اس رائے کے لیے شاہد و مؤید ہیں۔ ان میں سے کچھ اقوال اس طرح ہیں۔

عسکر بنی نے سیہان بن معاذ عن مکرر عن ابن عباس کے طریق سے حضرت ابن عباس کا یہ قول روایت کیا ہے:

خذ الحكمة ممن سمعت فان الرجل يتكلم بالحكمة وليس بعظيم فكون كالرمية خرجت من غير رام

بہت سی نے سعید بن الجہاد سے روایت کیا ہے:

"الحكمة ضالة المؤمن يأخذها حيث وجدها" اور بہت سی نے عبد العزیز بن ابی رواد کے حوالے سے عبد اللہ بن عبید بن عمر کا یہ قول بھی نقل فرماتے ہیں:

العلم ضالة المؤمن يفتد وفي طلبها فان اصاب منها شيئا حواه حتى يضمر اليه غيره۔
خود عسکر بنی کا قول ہے:

أراد صلى الله عليه وسلم أن الحكيم يطلب الحكمة أبداً وينشد ما نهو بنزلة المصل ناقته يطلبها ذمير
علامہ ملا علی القاری حنفی نے بھی اپنی اسرار المفرد فی الاخبار الموضوعہ المعروف بالروضات الکبریٰ میں اس حدیث کو یاد کرنے کے بعد اشارہ فرمایا ہے کہ (یہ بعض سلف کا کلام ہے)۔ اگرچہ اسلاف کے سند و اقوال میں سے بھی اکثر سنداً معیار صحت پرست زیادہ پختہ اور قوی ثابت نہیں ہوتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی غیر مستند قول یا فعل کو منسوب کیا جانا بدرجہا منسک ہے۔ بہ نسبت اس سلسلہ کے کہ سلف صالحین میں کسی کی جانب سے آنے والی کوئی غیر قوی خبر بیان کر دی جائے اور اسے شرعی دلیل کے طور پر نہ اپنایا جائے۔ واللہ اعلم۔

کی حدیث کو ترک کیا ہے۔ ابن عدی بیان کرتے ہیں کہ مولانا وہ جو کچھ روایت کرتا ہے اس میں متابعت نہیں ہوتی لیکن باوجود ضعف کے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ امام ذہبی نے تیزان میں اس سے مروی چند منکر روایات بطور نمونہ نقل فرمائی ہیں۔ عمرو بن حکام کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تاریخ الکبیر بخاری، ضحاک، الکبیر للعقیلی، جرح والمعتدل لابن ابی حاتم، مجروحین لابن حبان، کامل فی الضعفاء لابن عدی، الضعفاء والمتروکون للنسائی، الضعفاء الصغیر للبخاری، میزان الاعتدال للذہبی اور مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیوط وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ مناوی اس حدیث پر تعجب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابراہیم بن ثانی ہے جسے امام ذہبی نے "ضعفاء" میں وارد کیا ہے اور کلبہ کہ نمبول ہے اور بڑا ہی لاتا ہے۔ یہ ایک دوسرے مروی عمرو بن حکام سے روایت کرتا ہے جسے امام احمد اور نسائی نے ترک کیا ہے اور ابو بن حکام بکر بن خنیس سے روایت کرتا ہے جسے دارقطنی نے متروک بتایا ہے اور وہ زیاد بن ابی حسان سے روایت کرتا ہے اور اسے بھی ترک کیا گیا ہے۔

تعجب تو علامہ جلال الدین السیوطی پر ہوتا ہے کہ جنہوں نے دہلی کی اس حدیث کو اس کی تحقیق کے بغیر نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے اپنی "الجامع" میں وارد کیا ہے اور کچھ فرقہ پرستوں نے اس روایت کو اپنی "ذیل الاحادیث الموضوعہ" میں بھی لکھ ڈالا ہے۔

دہلی کی آخری دونوں روایتیں چونکہ بلا سند مروی ہیں، لہذا اردوئے اصول حدیث ان کے معیار کی تحقیق ممکن نہیں ہے البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی آخری حدیث کے مشابہ ایک قول حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے جیسا کہ علامہ سخاوی اور علامہ مجلسی وغیرہ نے بصراحت بیان کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسے صحیح دیکھ میں پیش کیا اور آپ کوئی نیا مذہب متعارف نہیں کرتے بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دین با حسن طریق لوگوں کو پڑھاتے ہیں۔

فقہی اختلاف کی ابتدا

عہد نبویؐ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگر کوئی مسئلہ پیش آتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سے دریافت کرتے اور حقیقت معلوم ہو جاتی اور اختلاف کی زبت نہ آتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اٹل اور فیصلہ کن ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر ہمیں اختلاف کی صورت نظر آتی ہے تو وہ ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہم کے فہم کے مطابق ہے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد کا مطلب لیا ہے۔

مثلاً غزوہ بنی قریظہ کے لیے روانگی کے وقت فرمایا: کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ کے پاس پہنچنے کے بعد جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین چل پڑے تو بعض نے اس حکم پر یوں عمل کیا کہ عصر کے وقت کے داخل ہونے کے بعد راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور بنو قریظہ کے علاقہ میں پہنچنے کے بعد نماز ادا کی۔ اور بعض نے اس حکم کا یوں مطلب لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ ہم راستہ میں درینہ کریں اور انہوں نے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی اور نماز کے فوراً بعد بنو قریظہ پہنچے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو نہیں ڈانٹا۔

فقہی اختلاف کے اسباب

۱۔ دعوتِ اسلام اور تبلیغ کے لیے

فقہی اختلاف کا پس منظر

اور

مسلمانوں کے لیے صحیح راہِ عمل

فقہی اختلاف سے مراد شرعی احکام میں علماء و امت کا وہ اختلاف رائے ہے کہ کون سا عمل زیادہ درست، زیادہ افضل اور بہتر ہے اور زیادہ مستند ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے چاروں مذاہب کا اختلاف بسا اوقات اس پر ہوتا ہے کہ کون سا کام اور کون سا طریقہ سب سے افضل اور بہتر ہے۔ سب کی ایک ہی گمشدگی ہے کہ ایک اسلامی عمل کو بہتر طریقے سے ادا کیا جائے۔ وہ ہرگز ایسے نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا دشمن تصور کریں یا اسے نیچے دیکھنے مغلوب کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ دشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ دین سے بے خبر سادہ لوح حضرات کو آپس میں لڑاتے ہیں اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور دشمنی پیدا کر کے اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں۔ اس مصیبت کا اصل سبب دین اور دین کی تاریخ سے بے خبری اور جہل مرکب ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مجبور کیا گیا۔ وہ اس وقت کے مشہور علماء کو ساتھ لے کر کوہِ پینچے اور جب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف کی وضاحت کی، امام جعفر نے آپ کے اٹھوں کو چوما اور کہا: بے شک آپ وہ ہستی ہیں جس نے میرے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعلیمات کو نشر کر کے

اصحاب رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا مدینہ منورہ سے باہر جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالات کے مطابق احکام کا نازل ہوتا رہا۔ بعض اوقات یہ نبت بھی آئی کہ ایک عمل کا حکم مثلاً نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنا نازل ہوا۔ ایک صباہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہاتھ رکھنے کا یہ طریقہ ہے۔ جب وہ تبلیغ کے لیے باہر گئے اور انہیں مدینہ سے باہر ہنسا پڑا اور واپس آنا نصیب نہیں ہوا۔ وہ لوگوں کو وہی طریقہ یعنی سینہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیتے رہے۔ پہلا حکم تبدیل ہوا کہ نماز میں ہاتھ کھلا رکھنا ہے، باندھنا نہیں۔ جن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے طریقے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طریقے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب وہ تبلیغ کے لیے مدینہ منورہ سے باہر چلے گئے تو وہ لوگوں کو یہی درس دیتے تھے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا نہیں بلکہ کھلا چھوڑنا ہے۔

ان حضرات کو مدینہ منورہ واپس آنا نصیب نہیں ہوا۔ اس لیے انہیں آخری حکم کا پتہ نہیں چل سکا اور نہ وہ حضرات اس طریقے کو چھوڑنے کے لیے تیار تھے جس طریقے پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ اسی عمل کے بارے میں آخری حکم نازل ہوا کہ نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اصحاب جو نبت کے آخری سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے انہوں نے نماز کا یہی طریقہ اپنایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو عمر کبیر اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ اور مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اور اس کے علاوہ اور کوئی کام کاج نہیں کیا جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہے انہوں نے یہی طریقہ ہاتھ رکھنے کا اور مدینہ میں لوگوں کو سکھایا۔ مجتہدین

علاء امت میں سے ہر ایک نے اپنی تحقیق کے مطابق نماز میں ہاتھ رکھنے یا کھلا چھوڑ دینے کو اپنایا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری سالوں کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔ انہوں نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے عمل کو افضل قرار دیا جبکہ امام شافعی اور ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کے عمل کو بہتر قرار دیا اور امام مالک نے ہاتھ کھلا رکھنے کو افضل اور بہتر فرمایا۔ ان ائمہ حضرات نے جس طریقے کو بہتر فرمایا دوسرے طریقے کو ناجائز قرار نہیں دیا نہ اس کی نکتہ کی کیونکہ یہ سارے طریقے ان کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام اور ان کے شاگردان عظام سے پہنچے۔ قرآن مجید میں ایسے کران ائمہ حضرات کے آراء ایک ہی درخت کے پھل ہیں اور وہ قرآن و سنت کا درخت ہے نہ کہ مختلف درختوں کے پھل ہیں جیسا کہ بے خبر لوگ دہم کرتے ہیں۔

۲ قرآن و سنت کے کلمات (الفاظ) میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آسان عربی زبان میں نازل فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حس کو سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ عربی زبان میں ہیں عربی زبان کی خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ ایک لفظ کے کئی معانی بھی ہوتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں جب ایک معنی کی تعیین نہ ہو اور آسانی کی خاطر حکمت خداوندی نے ایسے لفظ کو استعمال کیا ہو تو ظاہر ہے کہ کوئی اس لفظ کا ایک معنی لیں گے جبکہ دوسرے لوگ اس کے دوسرے معنی لیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تعیین کے لیے کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔ پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جاسکتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے احکام کی توضیح وحی کے ذریعے ممکن تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت ہو جانے کے بعد یہ کام

تاکن ہو گیا کیونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

تیسرا سبب فطری صلاحیت و

استعداد کا تفاوت ہے

حکمت خداوندی نے یہ چاہا کہ انسانوں کی فطری صلاحیت عقل و فہم میں تفاوت ہو اور علم و عقل کے ذریعے ایک انسان کی دوسرے پر فضیلت ظاہر ہو۔ یہ واضح امر ہے کہ فطری استعداد، عقل و فہم اور علمی تفاوت کا نتیجہ اختلاف رائے کے سراور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ایسے نصوص نازل کیے جن کے الفاظ ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھتے ہیں دوسری طرف انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف فطری استعداد و صلاحیت سے نوازا۔ یہ دونوں فقہی اختلاف کے بنیادی اسباب ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتا کہ تمام امت اس اختلاف سے دور رہے اور سب کی رائے خدائی احکام میں ایک ہو تو پھر اللہ تعالیٰ قرآن و سنت کے کلمات ایسے منتخب کرتے کہ جن الفاظ کے صرف ایک معنی ہو اور تمام انسانوں کو ایک ہی قسم کی فطری صلاحیت اور ایک ہی معیار کے عقل سے نوازتے تاکہ تمام لوگ ایک مسئلے میں ایک ہی رائے والے ہوں۔ مثال سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: **وَالْمُطَلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ** جن عورتوں کو طلاق ہو جائے وہ تین "قروء" انتظار کریں گی۔ تین "قروء" مدت ہے۔ قرء، قرء، قرء کی جمع ہے۔ اہل عرب کے نزدیک "قرء" کا معنی حیض بھی ہے اور طہر (پانی) بھی ہے اور بعض اہل زبان قرء کا معنی "حیض مع طہر" لیتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اس کی تعیین نہیں ہو سکی کہ قرء سے مراد حیض ہے یا طہر۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن مسعود، ابوسنی اشعری، مجاہد، قتادہ، الضحاك، عكرمة بن زینب

علیہم اجمعین اور دوسرے تابعین حضرات نے قرء کا مطلب حیض لیا۔ یعنی طلاق کے بعد جب عورت کو تین بار حیض سے واسطہ پڑے تو تیسرے حیض کے بعد وہ آزاد ہوگی۔ کسی اور سے شادی کر سکتی ہے۔ ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور بزرگ تابعین کی رائے کو امام ابوحنیفہؒ نے پسند کیا جب کہ دوسرے صحابہؓ حضرت عائشہؓ عبد اللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ، ابن شہاب الزہریؓ، امام شافعیؒ و نوافلؓ نے علم نے قرء سے مراد طہر لیا۔ جب عورت کو طلاق کے بعد تین بار حیض اور تین بار پانی (طہر) سے واسطہ پڑے تو چوتھی بار حیض کے دوران یا اس کے بعد وہ آزاد ہوگی اور کسی اور سے شادی کر سکتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتے کہ امت اس بارے میں مختلف نہ ہو تو وہ ایسا حکم نازل کر سکتے تھے **وَالْمُطَلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ شَهْرٍ** جن عورتوں کو طلاق ہو جائے وہ تین ماہ انتظار کریں گی۔ ظاہر ہے کہ لفظ "شہر" کا معنی عربی زبان میں ایک ماہ ہے اور وہ "مہینہ" ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے واضح حکم ایسا بیان فرمایا: **لَّذِينَ يُؤْتُونَ مِن نِّسَابِهِمْ سَتَرْتُ لَهُمْ إِفْرَاقَهُمْ** جو لوگ عورتوں سے قسم کریں گے (کہ وہ ان کے قریب نہ ہوں گے) وہ چار ماہ انتظار کریں گے۔ چار ماہ کے بعد ایک طلاق واقع ہوگی۔ ظاہر ہے یہاں پر "شہر" کا لفظ ہے جس کے معنی ماہ یا مہینہ ہے۔ یہاں قرء جیسے مشرک المعنی لفظ کو استعمال نہیں کیا گیا۔

اس بات سے یہ بات واضح ہوئی کہ فقہی اختلاف حکمت خداوندی کے تحت ظہور میں آیا تاکہ انسان کے اوپر تنگی نہ ہو بلکہ فراخی ہو اور جیسے موقع اور حالات کے لحاظ سے سہولت ہو۔ اسی طریقے کو اپنایا جائے انسان کی علمی اور عملی فطرت اس کے متقاضی ہیں۔

روایت زیادہ صحیح، تو ہی اور آخری ہودہ معلوم کر کے مجلس میں پیش کیا کریں۔ منظر دہری کے بعد اسے لکھا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کوئی مسئلہ پیش کرتے اور ان چالیس علماء سے قرآن و حدیث سے دلیل مانگتے۔ وہ علماء دلائل پیش کرتے کبھی کبھی ایک مینہ تک ایک ہی حکم پر تہمتیں ہوتی رہتی اور جب فیصلہ ہو جاتا تھا تو امام ابو یوسفؒ کو کھنسنے کے لیے حکم دیتے تھے۔ اس طریق کار سے امام ابوحنیفہؒ نے یہ کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں سے آخری عمل کون سا ہے جس کو اپنایا جائے اور منسوخ حکم معلوم ہو کر اس کو ترک کر دیا جائے۔

اختلافی مسائل میں مسلمانوں کا آپس میں برتاؤ

صحابہ کرامؓ اور تابعین میں کچھ ایسے تھے جو نماز میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے۔ کچھ جہر (زور) سے بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض آہستہ چپکے سے پڑھتے تھے اور بعض فجر میں منوت پڑھتے تھے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ اس کے باوجود سب ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دوسرے مجتہدین مدینہ منورہ کے علماء کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جبکہ وہ نماز میں فاتحہ سے پہلے کبھی بھی بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، زجر سے نہ آہستہ۔

خلیفہ ہارون رشید نے نماز پڑھائی اور اس نے فصد کے ذریعے جسم سے خون نکالا تھا۔ خلیفہ کو امام مالکؒ تو اتنے بڑے نے فتویٰ دیا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ مذہب حنفی میں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ مذہب حنفی کے مجتہد ہیں لیکن انہوں نے نماز نہیں (وٹائی)۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فجر میں منوت پڑھنا ہے۔ (باقی صفحہ پر)

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان اختلاف نہ ہو تاکہ ان کو اگر سب اصحاب کا ایک قول ہو تو آدھ تکی میں ہوتے کیونکہ یہ اصحاب ہمارے رہنما ہیں اور ہمیں ان کی اقتداء کرنی ہے۔ اب جس شخص نے کسی صحابیؓ کے قول پر عمل کیا تو وہ حق پر ہے اور فراموشی میں ہے۔ ابو بکر صدیقؓ کے جلیل القدر پوتے القاسم بن محمدؒ سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا۔ اگر آپ نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا تو آپ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی اور اگر آپ نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھا تو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی کی۔

چنانچہ مشہور حدیث شریف ہے میرے ساتھی تاروں کی مانند ہیں جس کی آپ نے پیروی کی آپ نے ہدایت پائی۔
اختلافی مسائل میں علماء کا موقف

اس بارے میں جمہور علماء متقدمین اور متاخرین کا یہ موقف رہا ہے کہ پہلے وہ ان کے بارے میں علم حاصل کرتے تھے۔ ان کے بارے میں تحقیق کرتے تھے کہ کون سی بات پہل ہے اور کون سا حکم بعد میں ہے۔ امام مالکؒ سے جب اس اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا ایک بات درست ہوگی اور دوسری خطا۔ آپ کو تحقیق کرنی چاہیے۔ امام لیثؒ بن سعد فرمایا کرتے تھے۔ اختلاف میں ہم احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کا حل یہ لیا کہ اپنے چاہ بزار سے اور پر شاگردوں سے اپنے دُجے کے چالیس عالم منتخب کیے اور مالوں کی اس مجلس شاورت میں تحقیق کے لیے امام ابو یوسفؒ کو سیکرٹری منتخب کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس مجلس تحقیق سے یوں فرمایا۔ لوگوں نے مجھے دوزخ کے اوپر پل بنا دیا ہے۔ آپ میری یاد کریں۔ جو

تحریر: قاضی محمد روس خان ایوبی، ضلع مفتی میرپور آزاد کشمیر

علم نباتات کے

اسلامی ماہرین

آج کی نشست میں ہم قارئین کے لیے ان مشہور و معروف محققین نباتات کا مختصر سرائیکی خاکہ پیش کر رہے ہیں جن کی خدمات جلیلہ سے اہل یورپ نے فائدہ اٹھا کر دنیائے طب و طبابت میں نام پیدا کیا اور ہماری کتب چھڑا کر اپنے لیے جلانے اور سلاخوں کا نام دینا کی انسائیکلو پیڈیا سے غائب کر دیا۔

ابوالعباس محمد بن محمد بن مفرج النباتی المعروف بابن الرومیہ

آپ ۱۱۶۵ میلادی میں اشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔ گھومنے پھرنے کا شوق ابتداء سے ہی تھا۔ اسی شوق نے انہیں مشرق و مغرب میں حقیقی سفر اختیار کرنے پر مجبور کیا اور مختلف درختوں کا مشاہدہ کیا۔ ان کا خالص نباتاتی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا۔ اس طرح انہوں نے مختلف درختوں کی شاخوں، تنے، جڑوں، پھولوں کے خواص معلوم کیے۔ انہوں نے اسپین، شمالی افریقہ، مصر، حجاز، عراق اور شام کا سفر کیا اور کتاب الرحلۃ کے نام سے اپنا سفرنامہ تصنیف کیا جس میں ان درختوں کا ذکر اور خواص بیان کیے گئے ہیں جن کا انہوں نے دوران سفر مشاہدہ کیا۔ اس نے بحر قزحہ کے کنارے اُگنے والے بعض جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم کیے جن کا اس وقت تک کسی کو علم نہ تھا۔

اختتام سفر پر اس نے اشبیلیہ میں پسند کی دکان کھولی۔ ابن ابد کتھے ہیں کہ وہ اپنے تمام ہم عصروں میں سب سے زیادہ لائق اور ماہر عالم تھا۔

تصانیف: احمد بن محمد نے علمی اثمار میں اپنی

حسب ذیل تصانیف چھوڑیں جو علم کا خریزہ ہیں

۱۔ کتاب الرحلۃ، سفرنامہ

۲۔ تفسیر اسماء الادویۃ المفردۃ من کتاب الیسعوریہ

باقی صفحہ ۲۸ پر

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نے جہاں انسانی اخلاقیات، تہذیب و تمدن، عقیدہ توحید اور حیات اخروی، انسانی جان و مال عقیدہ و دین عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے قوانین وضع کر کے ایک مکمل اسلامی ریاست کے خدو حال واضح کیے، وہیں پروردگار ان اسلام نے قرآن کریم کے عمیق مطالعہ سے ایسے نئے نئے علوم دریافت کیے جو یورپ کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھے۔ وارسلنا التراج لو اوضح۔ قرآن کریم نے سب سے پہلے یہ نقطہ نظر عمارتس کے سامنے پیش کیا کہ درختوں میں بھی تو اللہ متاسل کا سلسلہ قائم ہے۔ اسلام چونکہ سب سے پہلے عربوں میں آیا اور اس کے اولین مخاطب عرب تھے اس لیے عربوں نے علمی میدان میں کاروائی نمایاں انجام دیے۔ عربوں میں یوں توجہ دی گئی کی تحقیق کا سلسلہ عزم و دراز سے جاری تھا۔ وہ جڑی بوٹیوں سے علاج کرتے تھے اور انہیں جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم تھے۔

باقاعدہ تحقیق کام دوسری صدی ہجری میں شروع ہوا۔ مسلمان محققین نے علم نباتات کو باقاعدہ بنانے کے لیے باقاعدہ ڈاکٹریں مرتب کیں اور علم نباتات کے سلسلے میں مختلف درختوں، ان کی خصوصیات، جڑی بوٹیوں کی فہرست اور ان کے مختلف اسما پر مشتمل نصاب مرتب کیں۔ ان محققین میں ابو عبیدہ قاسم بن سلام الترمذی ۸۲۰ م سعید بن ادریس الخزاز کا ترمذی ۸۲۰ م عبدالملک الامعی ترمذی ۸۳۱ م قابل ذکر ہیں۔

اللہ کے شیروں کو اتنی نہیں باہمی

لَا تَنظُرُ يَنْظُرِ اللّٰهِ (طبرانی) مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے ذریعہ ہدایت سے دیکھتا ہے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ قُلُوبُنَا فِيْ اَكْتَاةٍ وَفِيْ اٰذَانِنَا وَقْرًا ہمارے دل غلاظتوں میں بند ہو چکے ہیں اس لیے کچھ سوچتے نہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں کسی اور کی نصیحت بھی سننے کے لیے تیار نہیں۔ شاید ہماری ہی حالت کے پیش نظر سابقہ آیتوں کی حالت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ یعنی آج ہماری ہی حالت ہے مگر اس ذلت کا اقرار کرتے ہوئے شرماتے ہیں، جھکتے ہیں۔ نہیں تو سوچئے کہ کیا سوئے ہوئے شخص کو بیدار کرنے کے لیے چند آوازیں کافی نہیں؟ اگر کوئی ہوشیار خرد سے بھی بیگانہ ہو کر سو جائے تو اس کو بھی جھنجھوڑ کر بیدار کیا جاسکتا ہے لیکن ہماری بد قسمت قوم! اٰه اٰمِ عَلٰی قُلُوبٍ اَفْعَالُهَا۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں کہ اتنے عظیم حادثات پے درپے ظہور پذیر ہو رہے ہیں مگر سوئے احتجاجی جلسوں، جلسوں اور قراردادوں کے کیا ہوا۔ لِمَ تَعْمَلُوْنَ مَا لَا تَعْمَلُوْنَ۔ کہاں جلسوں اور جلسوں میں بلند بانگ دعوے اور کہاں جلیلی کوٹھڑی میں چندراتیں گزارنے کے بعد بیگی بلیاں۔ وَ اَنَّهُمْ يُعْسَنُوْنَ صَعًا۔

خلیب شیر مولانا حق نواز صاحب بھی شہید کر دیے گئے۔ آخر کیوں؟ اخبارات نے اس موضوع پر کالم لکھے، ادارے لکھے۔ مضامین اور خبروں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ ماہنامہ اور ہفت روزہ رسائل میں تبصرے تجزیے اور اندازے تحریر ہو رہے ہیں۔ اس ضمنوں کی اشاعت تک لاہور میں عظیم الشان دفاع صحابہ کانفرنس اور تقریبی احتجاجی جلسہ بھی منعقد ہو چکا ہو گا جس میں جانشین امیر عزیمت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اپنی مستقبل کی پالیسیوں کی نشاندہی بھی کر چکے ہوں گے لیکن ان تمام تر تجزیوں، تبصروں، تقریروں اور تقریروں کے باوجود مولانا حق نواز شہید کی اس شہادت سے کیا ہم نے کچھ سنی یا ہے؟ کیا ہمارے کردار اور گفتار میں موافقت پیدا ہو چکی ہے؟ کیا اب وہ مقاصد ہمیں آنکھیں بند کیے حاصل ہو جائیں گے جو مولانا شہید کے پیش نظر تھے؟ یا ہم اسی طرح حکم قرآن کی مخالفت میں اندھے اور بہرے ہو کر ہر ناحق کو مسجد سے کرتے رہیں گے؟ کیا ان ظالم طاغوتی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں اب ختم ہو جائیں گی؟ جن کے ایثار مولانا شہید کیے گئے۔ کیا ان طاغوتی اور شیطانی لشکروں کو ہمیشہ شہید کے لیے ہم نے اس ملک میں علماء اور قاضیوں کے قتل عام کی چھٹی ڈے دی ہے؟

لیکن ہماری سطحی نظریں اس پس منظر کو کیسے پہچانیں جس میں پس منظر کو فراست ایمانی سے جانچا جاسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اِنْعَوْفِرَا نَدِ النُّوْمِنِ

ابہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ مولانا کیوں شدید کیے گئے؟ شیطان طاقتیں جب بھی نیکی کی قوتوں کو بیدار ہوتا دیکھتی ہیں تو وہ اپنا طریق کار چار مراحل میں تقسیم کر کے اس کا راستہ روکتی ہیں۔

پہلا مرحلہ طعن و تشنیع اور بے عزتی کا ہرنا ہے جس مرحلے میں شیطان طاقتیں حق پرستوں کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتی ہیں اور حق پرستوں کی اہمیت اور وجود کو زائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مختلف القابات اور طعن آمیز گفتگو سے حق پرست طاقت کو ابھرنے سے روکا جاتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ اور کبھی کہتے ہیں کہ مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَا كُلِّ الطَّغَامِ وَيَمْسِي فِي الْأَسْوَاقِ اس پیغمبر کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں اِهَذَا بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا يَا خَلْقًا اور کوئی نہیں ملتا تھا کہ اسے ہی پیغمبر بنا دیا۔

دوسرے مرحلے پر پھر سردا بازی ہوتی ہے کہ تم ہمیں بڑا گوار نہ ہم تمہیں کچھ کہیں گے۔ اگر آپ شادی کرنا چاہتے ہیں تو کہیں حسین ترین لڑکی سے شادی کرادیا گے۔ اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم دولت کے انبار لگا کر آپ کو دے دیں گے اور اگر آپ سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیں گے بشرطیکہ آپ ہمارے خلاف ہونے والا پروگرام ختم کر دیں لیکن امام الرسل جنہوں نے تمام انبیاء سے زیادہ مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں انہوں نے قیامت تک کے لیے شال پیش کر دی کہ اگر میرے داہنے ہاتھ پر سورج رکھ دیا جائے اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تب بھی میں اپنے اعلانِ حق سے باز نہ آؤں گا۔ فرعون نے بھی سردا بازی کرتے ہوئے کہا تھا اِنَّكُمْ اِذَا لَعِنَ الْمُتْرَلُونَ۔

تیسرا مرحلہ علاقہ برداری اور سرشل بائیکاٹ کا ہوتا ہے۔ ایسے حالات پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ دائی حق ہجرت پر مجبور ہو جائے یا شعب ابی طالب میں نظر بند ہو جائے اور صرف اسی پر ہی بس نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اس کے کردار کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کے ہر ممکن حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں طعن و تشنیع کے جن طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے انہیں صرف زبانی حد تک ہی اس مرحلے میں نہیں چھوڑا جاتا بلکہ کبھی تو ان کے پیغام سے دور کرنے کے لیے کیا جاتا ہے لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْعَوَاقِبِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ اور کبھی اِنَّهُمْ اَنَاسٌ مَّظْهُرُونَ کہتے ہوئے سرعام انکارِ حق کر دیا جاتا ہے۔ اسی مرحلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے۔ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

چوتھا مرحلہ آفری مرحلہ ہوتا ہے جہاں باطل کے تمام ہتھکنڈے اور حربے ختم ہو جاتے ہیں حق پرستوں کو دبانے اور ختم کرنے سے عاجز کر کبھی خَرَقُوا وَالصُّرُورَ الْيَتِيمَ کے فتوے داغے جاتے ہیں اور کبھی لَا مَلِيكَتُمْ اَجْمَعِينَ کا رد دیا جاتا ہے اور کہیں لَئِنْ لَو تَشْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَكَيْتَمَنَّكُمْ مِّنْ اَعْدَابِ اِلٰهِكُمْ كَالْمَالِ جَمِيٍّ جاتی ہے۔ ہر ماحول اور ہر معاشرے نے اپنے اپنے حالات کے مطابق داعیانِ حق کو تکلیفیں پہنچانے کے لیے نئے نئے ہتھکنڈے ایجاد کیے جن کا لفظ اختتام موت یا شہادت ہوتا ہے لیکن وہ شاید نہیں سمجھتے کہ شہیدِ آخری وقت میں بھی اعلانِ حق سے باز نہیں رہتا اور کبھی کہتا ہے فَرْتُ بَرِيَّةَ الْكُفْبَةِ اور کبھی کہتا ہے يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ قیامت کے دن تو باطل پرستوں سے پوچھ لے ہوگی لیکن ہم

اس دنیا میں بھی پائی دینی فتنے کی آواز بند کرتے
ہوئے کہیں گے وَلَكُمْ فِي الْعِصَابِ حَيْوَةٌ
يَا آدِي الْأَكْبَابِ -

کر اس دنیا میں نظام خلافت کو دوبارہ زندہ کریں
دگر ذرا اسان تک بھی زہوگی داستانوں میں
تاکر آئندہ کے لیے کسی شیطان قوت کو پھینکے لیے کوئی کونا کھڑا
بھی نہ مل سکے جہاں وہ چھپ سکیں اور دنیا میں دین حق اسلام
کا بول بالا ہو وَانْتَعُوا الْأَعْلُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ .

بقیہ علم نباتات کے اسلامی ماہرین

اس کتاب میں مصنف نے سفرد جڑی بوٹیوں کے خاص بیان کیے ہیں۔
۱- مکارنی ترکیب الادویہ - مرکب ادویات بنانے کا طریقہ۔
۲- ادویۃ جالیزس المستدرکۃ - یہ کتب بھی مختلف دواؤں کی
خصوصیات سے متعلق ہیں۔

وفات: تاریخ اسلام کا یہ عظیم فرزند ۱۲۲۹ م میں شہید
میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیہا دفن ہو گیا

(۱۷) ابو جعفر احمد بن محمد الغافقی

بسیار کا عظیم فرزند جس کے تفصیل حالات معلوم نہیں
ہو سکے، بہر حال اسلام کا یہ عظیم فرزند بھی نباتات کا عالم تھا۔
نے الادویہ المفردۃ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس
میں حرف خمی کے اعتبار سے ادویۃ کی خصوصیات تحریر کیں۔
اس نے اس تصنیف میں دستور یہ اس اور جالیزس کی کتب
سے استفادہ کیا۔ اس نے اپنی کتاب میں ادویہ کے نام عربی،
لاطینی اور بربری زبان میں دیے۔

اس کی کتاب کی تصنیف ابو الفرج السوری ابن العربی نے
جامع المفردات کے نام سے لکھی جو ۱۹۳۰ م میں قاہرہ
میں شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ غافقی نے بخارا و تپ دق کے
بائے میں بھی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام رسالۃ الحمیات
و المروق رکھا۔ وفات: اشبیلہ میں وفات پائی۔ صحیح تاریخ
معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ سن میلادی ۱۱۶۵ تھا۔
(مسل)

مولانا قی نواز کی شہادت کرن وقتی اشغال کا نتیجہ تھا
وہ یقیناً ان چاروں مراحل سے گزر گئے لیکن مولانا کی چن کوئی
ان دانش علم تربت کا شیوہ تھی جس کا ایک تاریخی تسلسل
دنیا میں موجود ہے۔ اگر امت مسلمہ میں ہی اس تسلسل کو اجالی
نگاہ سے ملاحظہ کریں تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا اعلان حق
یزید کے سامنے، حضرت سعید بن جبیرؓ کا اعلان حق حجاج
بن یوسف کے سامنے، امام اعظمؒ کا اعلان حق منصور کے
سامنے، امام احمد بن حنبلؒ کا اعلان حق معتصم بائس کے سامنے،
برصغیر میں امام ربانیؒ کا اعلان حق دربار جہانگیری میں شاہ
عبد العزیز دہلوی کا اعلان حق کہ ہندوستان دارالحرب
ہے انگریز کے خلاف علماء ہند کا جہاد آزادی بلا کوٹ
کے تمام تک، ۱۸۵۷ء میں دوبارہ جنگ آزادی، دارالعلوم
دہند کا قیام، شیخ السنہ کا کردار، اسی طرح مفتی کفایت اللہ
دہلوی، مولانا سیوطی، مولانا ندوی، مولانا عبید اللہ سندھی،
مولانا احمد سعید دہلوی اور ان کے بعد حضرت لاہوری اور مولانا
غلام غوث ہزاروی کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم
ہو تب ہی کہ غلبہ دین کی خاطر انہوں نے اپنے اور پرانے قریب کے
بغیر ظالم کے ظلم کو لگا را اور حق کا اعلان کر کے اس فریضے سے
سبک دوش ہوئے جو بحیثیت اہل الذکران پر ماند تھی فَاثْنُوْا
اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

آخری گزارش ظاہر حق سے یہی کی جا سکتی ہے کہ فرما
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اَلشَّيْطَانُ عَنِ الْعَقِي شَيْطَانٌ
اٰخِرٌ اور مَنْ كَتَمَ عِلْمَهُ عِنْدَهُ الْجَدِّيَوْمِ الْيَقِيْمَةِ
بَلْجِيَامٍ مِّنَ النَّارِ تو خدا کے لیے کسی ایک پیٹ فارم پر
اٹھے ہو جہاں اور ستم اور متفق ہو کر شیطان قوتوں سے ٹکر لے

ذہنیت ہے؟ (ص ۱۳)

یاد رہے کہ یہ مضمون "پادری برکت اے خان آف میلکوٹ" کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اس ساری دل جل عبارت کا تب لمبا یہ ہے کہ "حافظ صاحب" نے بائبل کے از روئے قرآن سچا اور الٹا ہی ہونے کے دعویٰ کا ڈھول کا پول کیوں کھول کر رکھ دیا ہے؟ اور پادری صاحب کو یہ دوسری اس لیے کرنی پڑی کہ "حافظ صاحب" نے خود انہی کے حوالوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قرآن نے جس تورتیت و انجیل کی تصدیق کی ہے، موجودہ مختلف و متضاد تحریفات و خرافات کے پلندہ اناجیل اربعہ کو اس اصل اور سچی انجیل سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ہم اسی بحث کو میاں نے پر لے میں دہرا رہے ہیں۔

پادری برکت اے خان لکھتے ہیں:

اصول تنزیل میں فرق

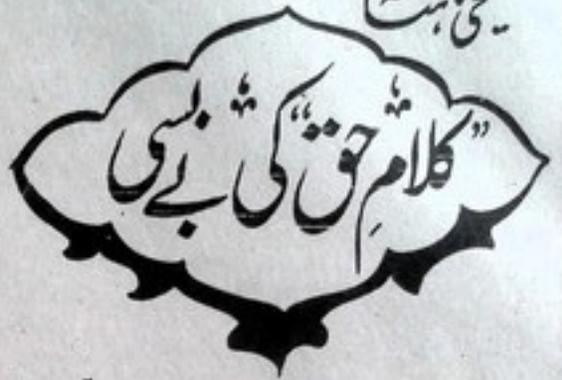
"تمام مذاہب کے درمیان اختلافات کی دو بڑی اہم درجات ہیں۔ پہلی درجہ تصور است خدا ہے اور دوسری درجہ نزول الہام الہی ہے۔" (رسالہ اصول تنزیل الکتاب ص ۲)

مزید لکھتے ہیں:

"سیسوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ تورتیت کی کتاب آسمان پر کسی خاص زبان میں آسانی دروڑوں پر خدانے لکھ کر رکھی تھی۔ اسی طرح تمام پاک و شستوں یعنی زبور کی کتاب صحائف الانبیاء اور انجیل مقدس کے بابے میں بھی ہمارا ایسا ہی عقیدہ ہے۔" (ایضاً ص ۲)

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ پر تورتیت شریف ایک کتاب کی صورت میں آسمان سے نازل ہوئی تھی ان کی یہ بات خلوذ کی کتاب مقدس

سچی باہنسا



گوجرانوالہ سے شائع ہونے والا سچی ماہنامہ کلام حق "مقرب بہ" راسخ الاعتقاد مسیحیت کا واحد علمبردار" (بابت ماہ فروری ۱۹۰) رقم طراز ہے۔

"الشریعیہ ماہنامہ میں آپ کے آرٹیکل سے

حیرت منور ہوئی ہے اس لیے کہ اب خود

اسلام کے اندر دشمن اسلام و قرآن اور منکر

عقائد ایمان مفصل پیدا ہو رہے ہیں اور سابقہ

علماء اسلام کے تراجم قرآن اور دلائل و براہین

کے دشمن اٹھ کھڑے ہو گئے ہیں.....

اب ایک حافظ محمد عمار خان ناشر صاحب

گوجرانوالہ میں پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن مجید کی

ان آیات کے منکر ہو گئے ہیں جو سابقہ الہامی

کتب تورتیت اور زبور اور صحائف الانبیاء

اور انجیل مقدس کی تصدیق میں ہیں جن پر ایمان

لانا ہر مسلمان کے جزو ایمان کا ستون اعظم ہے

حافظ صاحب کا یہ دعویٰ قرآن میں شامل

ہے اور وہ قرآن مجید سے اپنے دعویٰ کی

تصدیق کے لیے کوئی آیت پیش نہیں کر سکتے۔

کتاب مقدس کی صداقت اور الہامی عظمت

کے بابے اور مقابلہ میں یہ لہجہ کی شکست خوردہ

کے اصول امام کے سراسر خلاف ہے کیونکہ آسمان پر پہلے سے تورات کی کتاب کی موجودگی کو تسلیم کرنے کے بعد ہی اس تورت کی کتاب کے بزرگ سوئی پر آسمان سے نزل کا سوال پیدا ہوا ہے۔ ساسی طرح زبرد اور صحائف الانبیاء اور اور اہل مقدس کے متعلق بھی ان کے خیالات مخلوہ کی کتاب مقدس کے اصول امام الہی کے سراسر متافی ہیں.....

آسمان پر الہامی کتابوں کی موجودگی اور ان کی آیت کے لفظ لفظ کسی خاص زبان میں نزل کا جو عقیدہ اہل اسلام کے درمیان مروج ہے کتاب مقدس کے صحائف کے متعلق زیڈیوں میں اور زسمیوں میں ایسا عقیدہ کبھی مروج ہوا ہے اور انبیاء کرام خدا کی طرف سے وحی و الہام پاک بصورت الفاظ میں محرز تھے۔ (ص ۶۵)

”چنانچہ کتاب مقدس کے انبیاء کرام پر کلام الہی کی باتوں کے امام و مکاشفہ کی صورت میں نزل کے طریقہ و عقیدہ میں اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور پر ایک عجیب حالت و کیفیت میں نزل وحی قرآن کے طریقہ و عقیدہ میں بھی بڑا خاص فرق پایا جاتا ہے۔“ (ص ۶۷)

”اگر قرآن مجید اور تورت شریف اور زبرد شریف اور صحائف الانبیاء اور اہل مقدس ایک آسمان اور ایک ہی خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں تو پھر قرآن مجید باقی تمام الہامی کتابوں کی بعض ضروری باتوں اور اہم تعلیمات کے بارے میں اختلافی تعلیم کیوں پیش کی۔“ (ص ۶۸)

قرآن پاک کا ساتویں صدی مسیوی کے گراہی و ضلالت سے

موقع دور میں جب سیمیروں کو دنیا کی پڑ پاور کی حیثیت حاصل تھی ان کتب موضوعہ کے برخلاف تعلیم دینا ایک معجزہ اور صدقہ کی نشانی تھا جسے پادری صاحب نے شرح صدر تسلیم کیا ہے۔ البتہ سند درج بالا اقتباسات سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ نہ صرف اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان الہام الہی کے نزل کے اصول مختلف ہیں بلکہ یہ دونوں کتابیں ایک ہی آسمان اور ایک ہی خدا کی جانب سے نازل شدہ نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن نے موجودہ تورات و انجیل کی تصدیق بھی نہیں کی اور پادری صاحب بیک وقت دو متضاد باتیں کہہ رہے ہیں۔ مقام حیرت و استعجاب ہے کہ کسی ایک قول پر ثابت رہنے سے قاصر و گ چلے ہیں ”حافظ صاحب“ کو کھچاڑنے!

جب کچھ ذکر کے تو قسم کھا کے رہ گئے پادری صاحب کو چاہیے تھا کہ کھسیانی جی کی طرح کھبا زچنے کی بجائے ہمارے ناقابل تردید دلائل کا توڑ پیش کرتے قارئین بخوبی جان چکے ہوں گے کہ شکست خوردہ ذہنیت کس کی ہے۔

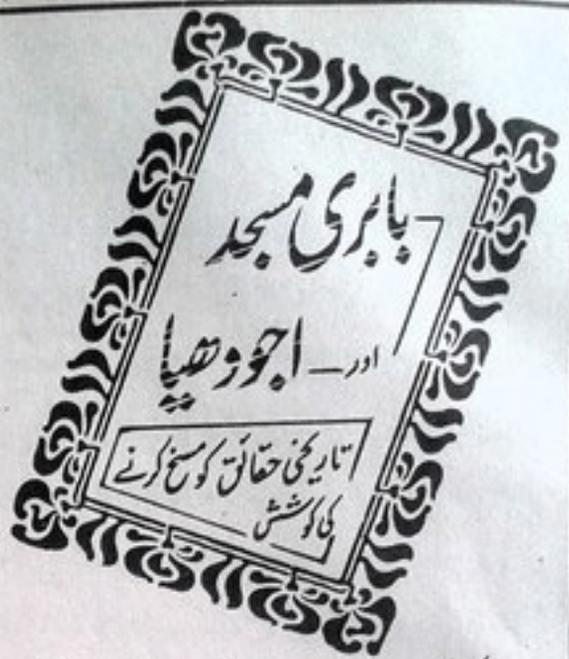
دشت میں ہر اک نقشہ اتنا نظر آتا ہے
مجزول نظر آتی ہے پہلے نظر آتا ہے

اگر پادری صاحب میں بہت دو حوصلہ ہے اور کلام حق کے بزرگ ایڈیٹر پادری کے ایل نامہ صاحب میں اب بھی جرات ہے تو دونوں بزرگ ہیں

- ① دشمن اسلام و قرآن ② منکر عقائد ایمان مفصل
 - ③ علماء اسلام کی تعلیمات کا دشمن
 - ④ قرآن مجید کی آیات کا منکر ⑤ مبین قرآن
 - ⑥ شکست خوردہ ذہنیت والا ⑦ بے شعور
 - ⑧ بد تمیز اور ⑨ بد زبان جیسے القاب جینے
- کی بجائے کوئی دلیل کی بات کر میں، ایسا نہ ہو کہ (باقی صفحہ ۶۹)

نے رامائن لکھی۔ نغمہ ہونے کی وجہ سے اس میں بہت کم باتیں
 روایت اور قصے کی شکل میں داخل ہو گئی ہیں۔ بہت سے کرد
 اور مقامات بھی اسی طرح ڈر آئے ہیں جیسا کہ کسی قصے کے
 بیان کرنے میں بہت سی باتیں فرمنا ہو جاتی ہیں۔ تاریخ داں
 ان قصوں کے معتبر ہونے پر اس وقت تک شبہ کرتے رہیں
 گے جب تک کہ دیگر تاریخی حقائق سے ان کا ثبوت نہ مل جائے
 واپس لی رامائن کے مطابق اجودھیا کے راجہ رام نے تیر تالیگ
 جہم لیا۔ کالیگ سے ہزاروں سال پیشتر کا ہے جس کے بارے
 میں خیال ہے کہ یہ ۱۲ ق م میں شروع ہوا تھا۔

ایسی کوئی تاریخی شہادت نہیں کہ اس زمانہ میں یوچھیا
 (جیسا کہ یہ اب ہے) یہاں آباد تھا جہاں آٹھویں صدی ق م
 میں آبادی ہوئی۔ واپس لی رامائن میں زندگی کے جو آثار ملتے
 ہیں وہ اس اجودھیا کے ساتھ آثار سے میل نہیں کھاتے۔
 ظاہر ہے کہ واپس لی رامائن میں جس مقام کا ذکر ہے وہ یہ
 نہیں ہے جو کہ آج کا اجودھیا ہے پھر اجودھیا کی طبعی وقوع
 کے بارے میں بھی اختلاف رائے ہے۔ ابتدائی دور کی لودھ
 کتابوں میں شہزادستی اور ساکیت کا ذکر ہے مگر اجودھیا کا
 نہیں۔ جین دھرم کی مذہبی کتابوں میں بھی کو سلا کی راجہ صانی
 ساکیت بتائی گئی ہے۔ اجودھیا کا ذکر نہیں۔ کہا جاتا ہے
 کہ اجودھیا گنگا کے کنارے آباد تھا، کہ دریا نے سر جو کے
 کنارے جہاں آجکل اجودھیا ہے۔ ساکیت کا نام بدل کر
 گپت بادشاہوں نے اجودھیا رکھا۔ سکندر گپت نے یہ
 پانچویں صدی عیسوی کے آخری میں رائٹس ساکیت میں
 بدل دی اور اسے اجودھیا کا نام دیا۔ اس وکر مادیہ کا
 نام اختیار کیا جسے اس نے سونے کے سکوں پر استعمال کیا۔
 اس طرح رزیر میں جس اجودھیا کا ذکر ہے وہ بہت بعد
 میں ساکیت سے اجودھیا بنا۔ اس سے یہ بھی واضح نہیں
 کہ گپت بادشاہ رام کے بھگت تھے۔ رام کا تعلق سرریہ نٹس



آج کل بابری مسجد۔ رام جہم بھونی کا جو قضیہ چلا ہوا
 ہے وہ عقائد، اقتدار اور سیاسی مسائل کا منظر ہے۔ بلا
 بر شخص کو اپنے عقائد اور یقین کے معاملہ میں پوری آزادی
 حاصل ہے لیکن جب عقائد تاریخ پر غالب آنے لگیں تو مورخ
 کو تاریخ اور عقائد کے درمیان حد قائم کرنی پڑتی ہے۔
 فرقہ وارانہ سیاست کے مقصد سے جب فرقہ وارانہ
 قوتیں تاریخی شہادوں پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہیں تو
 مورخ کو مداخلت کرنی پڑتی ہے تاریخی شہادت پیش
 کرنے کا مقصد اس قضیہ کو سلجھانے کے لیے کوئی حل پیش
 کرنا نہیں ہے کیونکہ اس جھگڑے کا تعلق تاریخی شہادوں
 سے نہیں ہے بلکہ یہ ہندوستانی سیاست کی فرقہ وارانہ
 سمتوں سے تعلق ہے، البتہ اس سلسلے میں تاریخی شہاد
 پیش کرنا پھر بھی ضروری ہے۔

سوال یہ ہے کہ بھگوان رام کی جائے پیدائش کہاں
 ہے؟ کیا یہ اجودھیا میں ہے؟ دوسرے کیا آج جو اجودھیا
 دیکھو وہ مقام ہے جو رامائن کے زمانے کا تھا۔ بھگوان رام
 کے قصوں کا ماخذ رام کتھا ہے جو آج میر نہیں ہے۔ اسے
 دوبارہ رزیر نظم کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ اس طرح واپس لی

سے تھا۔

چنانچہ سائیکت کو اجدھیا کا نام دینے کا مقصد یہ تھا کہ مورینوش خانان سے خود کو متعلق کر کے اپنا دستار بند کیا جائے۔

ساتویں صدی کے بعد رامائن میں اجدھیا کو کوسل کی راجدھانی بتایا گیا۔ اجدھیا تریتا لگ کے بعد کم ہو گیا تھا اور دکراد تیر نے اس کا دوبارہ سے پتہ چلایا۔ گنڈہ اجدھیا کی بازیافت کی کوشش میں دکراد تیر نے پریاگ سے ملاقات کی جو کہ تیرتھ کا بادشاہ تھا جو اجدھیا کے بائے میں واقع تھا۔ دکراد تیر نے اس جگہ کی نشان دہی کر دی تھی لیکن اس کے بعد میں پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد وہ ایک جوگی سے ملا جس نے کہا کہ اسے ایک گائے چھوڑ دینی چاہیے اور اس کے ساتھ ایک بھیا ہونی چاہیے۔ یہ گائے اور بھیا گھومتے رہیں۔ جب یہ رام جنم بھومی پر پہنچیں گے تو اس کے تھنوں سے دودھ ٹپکے گا۔ بادشاہ نے جوگی کی نصیحت مان لی۔ جب ایک مقام پر بھیا نے دودھ ٹپکایا تو بادشاہ نے سمجھا کہ یہی قدیم اجدھیا ہے۔ یہ ہے کمان اجدھیا کی بازیافت کی۔ آج کا اجدھیا سائیکت کے نام سے مشہور رہا ہے۔

یہ مختلف مذہبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں محض رام کے ہی بھگت نہ تھے بلکہ یہ رام کی پوجا سے بہت بعد میں مخصوص کر دیا گیا۔ پانچویں صدی عیسوی سے آٹھویں صدی عیسوی تک اور بعد تک کتوں پر اجدھیا کا ذکر قہ ہے لیکن یہ نہیں کہ برہم رام کی پوجا کے لیے مخصوص ہو (جیسا کہ ایپو گرافیکا انڈیکا ۱۰ میں صفحہ ۷، پر واضح کیا گیا ہے۔ اس کے صفحات ۱۵، ۱۶ اور صفحہ ۱۲ پر بھی اس کا حوالہ دیا ہے) ہیرنگ سائیک نے اجدھیا بھرت کا زبردست مرکز بتایا ہے اور بردھ ستوپ، مٹھ یہاں کثرت تھے۔ کچھ غیر بدھ لوگ بھی یہاں آباد تھے۔ بردھ اس مقام کو بترک مانتے ہیں۔ یہاں

ساقا بردھ نے چند روز قیام کیا تھا۔ اجدھیا جینوں کا بھی بترک اور مقدس مقام رہا ہے۔ جینوں کا پہلے اور چوتھے تیرتھ کے میں پیدا ہوئے۔

گیارہویں صدی کی کتابوں میں اجدھیا میں گوہا ترو کا ذکر ملتا ہے لیکن رام جنم بھومی نہیں کہا گیا یا رام جنم بھومی سے اس کا رشتہ نہیں جوڑا گیا۔ تیرہویں صدی عیسوی سے رام کی پوجا کرنے والے فرقے کو مقبولیت ملی۔ راماندی فرقے کے مروج سے اس کا ارتقا وابستہ ہے۔ ہندی میں رام کی کمانی تشکیل گئی۔

پندرہویں اور سولہویں صدی میں راماندی اجدھیا میں آباد نہ تھے۔ اس زمانے میں شیو کی پوجا رام کے مقابلے میں زیادہ ہوتی تھی۔ ۱۸ویں صدی سے راماندی سادھو بڑے پیمانے پر آباد ہوئے۔ اس کے بعد ہی اجدھیا میں بہت سے مندر تعمیر کیے گئے۔ اب تک ایسا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملا جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ بابری مسجد اس اراضی پر بنائی گئی جہاں کبھی کسی زمانے میں مندر تھا۔ مسجد کے دروازے پر فارسی کتبے یہ نہیں بتاتے کہ یہ مسجد بابر کی طرف سے بنوائی گئی۔ بابر نامہ کے پہلے انگریز مترجم بیورج یادداشت میں ایک نمبر میں ان اشعار کا ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ بابر نامہ میں جو کہ ان اشعار کا مجموعہ لکھا ہے کہ شہنشاہ ابراہیم کے حکم سے جس کا انصاف اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے میرا بقی نے فرشتوں کے اترنے کی ایک جگہ تعمیر کرانی۔ (بابر نامہ مترجم اے ایف بیورج)

ان کتبوں میں صرف یہ دعویٰ کیا گیا تھا بابر کے ایک امیر میرا بقی نے مسجد تعمیر کرانی۔ یہ کہیں نہیں کہ یہ مسجد مندر کی جگہ پر تعمیر کرانی گئی۔ بابر نامہ میں بھی اس کا کوئی حوالہ نہیں کہ یہاں اجدھیا میں اس مسجد کی تعمیر کے لیے کسی مندر کو توڑا گیا۔

آئین اکبری میں اجدھیا کا ذکر ہے۔ اسے دام چند کی رائٹس گاہ کہا گیا ہے جو کہ تریتا میں روحانیت اور ادب کا تھا لیکن اکبر کے دوانے کسی بھی مندر کی جگہ (باقی صفحہ پر)

کرنسی نوٹ، سوڈی قرضے اور اعضاء کی پیوند کاری

مختلف مکاتب فکر کے علماء کے ایک مشترکہ نشست کے رپورٹ

بھارت کے دارالحکومت دہلی میں اسلامی فقہ اکیڈمی کے دعوت پر جدید مسائل کے سلسلہ میں منعقد ہونے والے علماء کے ایک سیمینار کے رپورٹے پندرہ روزہ "دیوبند ٹائمز" کے شکر یہ کے ساتھ شائع کی جا رہے ہیں۔ اسے کاٹے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے علماء کرام بھی فرقہ وارانہ مباحث سے بالاتر ہو کر قوم کو درپیش جدید مسائل کے حل کے لیے اجتماعی سوچ اور مشترکہ محنت کا راستہ اختیار کر سکیں! - شاہ کہ اتر جائے کسی دل میں سوری بات (مندیوں)

کے داعی مولانا قاضی مجاہد الاسلام تاحی امین عام فقہ اکیڈمی نے علماء اور فقہاء کے اس فائدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ اپریل میں پہلا سیمینار اسی جگہ منعقد ہوا تھا۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ ہم یہاں پھر جمع ہوئے ہیں۔ جماعتی اور مسلکی حد بندیوں سے اوپر اٹھ کر تباہ کن نظر فقہاء و اہم مذاہب اتفاقاً یہاں سرجوڑ کر بیٹھا ایک فال نیک اور قابل ذکر اس سیمینار میں دارالعلوم دیوبند کے مفتی عبید الرحمن خیر آبادی، مفتی محمد ظفر الدین مضامی اور مفتی سعید احمد پالن پوری، جامعہ الاشراف اعظم گڑھ کے مولانا عبید اللہ ندوی، ندوۃ العلماء کے مولانا عتیق احمد اور مولانا برہان الدین سنہسلی، بدایوں سے مفتی مطیع الرحمن رضوی، جامعہ سلفیہ بنارس کے ڈاکٹر مقتدی احسن ازہری اور دارالعلوم ماٹلی والہ گجرات کے مولانا ابوالحسن علی ہاشمی گڑھ کے ڈاکٹر فضل الرحمن اور مولانا سعود عالم کی موجودگی نے مجلس کو

اسلامی فقہ اکیڈمی کی دعوت پر دوسرا فقہی سیمینار بمدر دیوبند نوٹس کے کونشن ہال میں ۸ سے ۱۰ دسمبر تک بڑا جمہوریت میں ہندوستان بھر سے ممتاز علماء اور فقہاء کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ دانش ورروں نے حصہ لیا۔ سیمینار کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں حفیظ دیوبندی، بریلوی شافعی اور مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے نام نہاد حضرات نے کھلی فضا میں زیر بحث مسائل پر غور کیا اور اتفاق رائے سے فیصلے کیے۔ انتہائی اجلاس میں کویت سے تشریف لانے والے ڈاکٹر جمال الدین علی نے جو فقہ کے ممتاز سکالر ہیں اپنا کلیدی خطبہ پیش کیا اور پاکستان کے ممتاز عالم و مفتی مولانا محمد رفیع عثمانی نے کرسی صدارت سے انتہائی بیخ اور بصیرت افروز خطبہ دیا۔ اس سے قبل ڈاکٹر منظور عالم چیرمین انسٹی ٹیوٹ آف بیکلیٹ اسٹڈیز نئی دہلی نے خطبہ استقبال پیش کیا اور سیمینار

دارالامین اور دارالاسلام پر بحث ہونے اور مقالات پیش کرنے
ان کی روشنی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو اسلام کی دستوری
ہدایات اور قانون بین الممالک کی روشنی میں اس بات پر
غور کرے گی کہ آج کے دور میں موجودہ ملکوں کو کتنی قسموں
میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ان کے کیا احکام ہوں گے
اور ان میں بسنے والی مسلم آبادی کا کیا کردار حکومت اور دیگر
عوام کے ساتھ ہونا چاہیے۔

سینار میں غیر سودی بینک کاری کو بڑھا دینے
کے لیے ایک جامع خاکہ کی ضرورت سے اتفاق کرتے ہوئے
ایک ایسی کمیٹی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا جس میں علماء کے علاوہ معاشیات
جھانگ کے ماہرین بھی شامل ہوں گے۔ کرنسی نوٹوں پر بحث
کے بعد اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ شریعت میں نوٹوں کی
حیثیت زراصلطامی و قانونی کی ہے۔ اس لیے ان میں
زکوٰۃ واجب ہے۔ سینار نے سفارش کی کہ مہر کا تعین ہونے
اور چاندی کی مقدار میں کی جائے تو عورتوں کے حقوق کا تحفظ
ہوگا اور کرنسی کی قوت خرید میں خسارہ سے ان پر اثر نہ
پڑے گا۔

سینار نے اعضاء کی بیوند کاری اور خرید و فروخت
پر بھی بحث کی اور تجاویز منظور کی گئیں۔ اس سینار نے
نئے مسائل کے حل ڈھونڈنے میں علماء اسلام کی اجتہاد کی
صلاحیت کا ثبوت پیش کیا ہے اور یہ کہ شریعت ہر زمانہ
کے مسائل کا بہتر حل پیش کرتی ہے۔

شاہ ولی اللہ یونیورسٹی گوجرانوالہ

کی تعمیر کے لیے اپنے عطیات کاؤٹ نمبر ۱۴۵۸ تشکیل بک آف
پاکستان، سٹی برانچ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں جمع کرانیں یا یونیورسٹی
کے ابلد انس اللہ سٹریٹ نزد چوکی شیوپورہ روڈ گوجرانوالہ میں
پہنچا کر رسید حاصل کریں۔ رابطہ فون ۵۸۶۸/۸۱۶۹۶

۵۸۶۸ / ۸۱۶۹۶ ۴۹۴۴ / ۳۴۳۸ ۴۵۲۰ / ۳۳۶۳

نازہ و باوقار بنا دیا تھا۔ اس سینار میں ستر کے قریب
علماء اور دانشوروں نے شرکت کی۔

اجلاس میں نوٹ کی شرعی حیثیت، کرنسی پر اخلاقی
کے اثرات اور سرکاری وغیر سرکاری سودی قرضوں سے پیدا
ہونے والے فقہی مسائل پر مقالات پڑھے گئے نیز گذشتہ
سینار میں گڑبادی اور اعضاء کی بیوند کاری کی جو بحث نامکمل
رہ گئی تھی اس کی تکمیل کے بعد تجاویز کی منظوری دی گئی۔

اجلاس نے اس پر اتفاق کیا کہ سود قطعی حرام ہے۔
اور جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام
ہے لیکن سود ادا کرنے کی حرمت بذات خود نہیں بلکہ اس کی
وجہ یہ ہے کہ یہ سود خواری کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض خاص
حالات میں عذر کی بنیاد پر سود ادا کر کے قرض لینے کی اجازت
دی جا سکتی ہے۔ کون عذر معتبر ہے کون نہیں، نیز کون سی
حاجت قابل لحاظ ہے اور کون سی نہیں، اس سلسلہ میں سماج
فتاویٰ کے مسطوروں پر عمل کیا جائے۔

اجلاس نے اس پر بھی اتفاق کیا کہ بعض سرکاری
قرضوں میں حکومت کی طرف سے چھوٹ دی جاتی ہے اور سود
کے نام سے زائد رقم بھی لی جاتی ہے۔ اگر یہ زائد رقم
سبسائیڈی کے مساوی یا کم ہو تو یہ زائد رقم شرعاً سود نہیں ہے۔
اجلاس نے ہندوستانی مسلمانوں کی معاشی پسماندگی کے
مخصوص پس منظر میں سرکاری بینکوں سے ملنے والے ترقیاتی
قرضوں اور ان پر وصول کیے جانے والے سود پر بھی غور و
خوض کیا اور طے کیا کہ اسلامی فقہ اکیڈمی علماء اور ماہرین کی
ایک کمیٹی تشکیل دے جسٹیل کے تمام سپروڈوں کا جائزہ لے
کر ایک رپورٹ پیش کرے تاکہ اگلے سینار میں غور کیا جاسکے
بحث کے دوران علماء کا عام رجحان تھا کہ ہندوستان اور
اس جیسے دوسرے ملکوں کو دارالحرب قرار دے کر سود کے
اجواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ اس میں دارالحرب،

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ہے کہ
لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ
دس درہم سے کم مہر جائز نہیں ہے

دس درہم کا وزن ایک ماشر کم تین تو لے ہے اور قیمت
کے اعتبار سے دوسو روپے کے لگ بھگ رقم بنتی ہے
اس سلسلہ میں صاحب ہدایہ نے مہر کے باب میں حنفی
کے اس موقف کی وضاحت کی ہے کہ اگر کسی نے دس درہم
سے کم مہر مقرر کر لیا تو بھی اسے کم از کم دس درہم یعنی
دوسو روپے کے لگ بھگ ہی ادا کرنا ہوں گے۔

تیتو میسر کون تھے؟

سوال: تحریک آزادی کے حوالے سے بعض مغامبین تیتو میسر
کا ذکر آتا ہے۔ یہ کون بزرگ تھے اور تحریک آزادی
میں ان کا کردار کیا ہے؟

محمد عامر بٹ لکھنؤ ضلع گوجرانولہ

جواب: تیتو میسر کا نام شارعلی تھا۔ بنگال کے رہنے والے
تھے۔ اپنے گاؤں نوکل باڑیہ میں لٹھ مارا قسم کے نوجوان
شار ہوتے تھے۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب امیر المؤمنین
سید احمد شہید اور امام المجاہدین شاہ اسماعیل شہید جاوید آزادی
کی تیاری کے سلسلہ میں مجاز مقدس گئے ہونے لگے۔ شارعلی
بھی اسی سال حج کے لیے گئے۔ سید احمد شہید سے ملاقات
ہوئی۔ ان کی صحبت نے ذہن کا رخ بدل دیا۔ دل میں لٹاری
کا جذبہ انگوائی لینے لگا۔ واپس آکر علاقہ کے ہندو زمینداروں
اور جاگیرداروں کے خلاف نوجوانوں کو منظم کرنا شروع
کر دیا اور دینی اقتدار کی ترویج کے لیے جدوجہد کی۔ شارعلی
کی محنت سے نوجوانوں کا ایک اچھا سا گروہ دینداری
کی طرٹ مائل ہوا۔ نماز کی پابندی کے ساتھ ڈراموں کی
سنت بھی زندہ ہونے لگی۔ ہندو جاگیرداروں نے دینی



شرعی مہر ۳۲ روپے؟

سوال: عام طور پر یہ سُننے میں آتا ہے کہ حق مہر شرعی طور
پر ۳۲ روپے ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

حافظ محمد سعید کچا دروازہ گوجرانولہ

جواب: اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ مہر کے بارے میں
بتقریبات یہ ہے کہ خاندان کی حیثیت کے مطابق بڑا چاہیے،
جسے وہ آسانی سے ادا کر سکے۔ کچھ عرصہ قبل تک
ایک سو تیس روپے چھ آنے کو مہر فاطمی کے برابر سمجھا جاتا
تھا جو کسی دور میں ملکن ہے صحیح ہو لیکن چاندی کی موجودہ
قیمت کے لحاظ سے کسی صورت بھی یہ مہر فاطمی نہیں ہے۔
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر پانچ سو درہم تھا درہم
چاندی کا سکہ تھا جس کا وزن ساڑھے تین ماشے بیان کیے
جاتا ہے۔ اس حساب سے پانچ سو درہم کا وزن ساڑھے
سترہ سو ماشے بنتا ہے یعنی ایک سو پتالیس ترے دس
ماشے اور ان دنوں چاندی کا بھجواؤ کم بیش ستر روپے تولہ
ہے۔ اس طرح چاندی کی موجودہ قیمت کے حساب سے
مہر فاطمی دس ہزار روپے سے نامہ بنتا ہے۔

اس لیے تیس روپے کو شرعی مہر قرار دینا درست
نہیں ہے بلکہ اصناف کے مان تیس روپے مہر مقرر
کرنا ویسے بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اصناف کے نزدیک
مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم متعین ہے جس کی بنیاد

فنی اور غنیمت کا فرق

سوال: قرآن کریم میں غنیمت اور فنی دونوں کا ذکر کیا گیا ہے ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ رشید احمد دہلوی

جواب: غنیمت اور فنی دونوں کفار سے حاصل شدہ مال کو کہتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ جو مال اور سامان میدان جنگ میں مقابلہ کے ساتھ کفار سے وصول ہو وہ غنیمت کہلاتا ہے اور جو سامان مسلمانوں کے لشکر سے مرعوب ہو کر لڑائی کے بغیر کفار چھوڑ کر چلے جائیں اسے فنی کہتے ہیں یا جنگ کی صورت میں کفار کی جو زمین مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور اسے بعد میں کفار ہی کے قبضے میں چھوڑ کر ان پر جزیہ یا خراج عائد کر دیا جائے تو یہ آمدنی بھی فنی شمار ہوتی ہے۔ غنیمت اور فنی میں دوسرا فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق غنیمت کا ایک نوس بیت المال کے لیے الگ کر کے باقی مال مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے جبکہ فنی سارے کا سارا بیت المال کا حق ہے اور بیت المال کی تحویل میں جانے کے بعد بیت المال کے متعلقہ اصول و ضوابط کے مطابق اسے صرف کیا جاتا ہے۔

بیاداری کا خطرہ سمجھتے ہوئے اس جہان کو قوت کے زور سے دبا جا چکا اور ڈواڑھی ٹپکس لگا دیا۔ شارعلی کے گردہ نے جس دینے سے انکار کر دیا کیشکش بڑھی، محاذ لڑائی کی صورت پیدا ہو گئی۔ شارعلی نے ہزاروں ساتھیوں اپنے گاؤں میں سرچہ بندی کر لی اور اردگرد کے علاقہ پر قبضہ کر کے انگریزی آنتہاڑی خاتمہ اور مسلمانوں کی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔

ہزاروں مجاہدین کے ساتھ شارعلی نے یلغار شروع کی انگریزی فوج اس کا سامنا نہ کر سکی اور بالآخر کلکتہ سے کانڈلر ایگزیکٹو کی قیادت میں انگریزی لشکر مقابلہ کے لیے آیا اور اسے بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد کلکتہ سے دوسرا انگریزی لشکر آیا اور اس سے مقابلہ کرتے ہوئے شارعلی نے جو اب تیرتویکے لقب سے مشہور ہو چکے تھے، جام شہادت نوش کیا اور ان کے متعدد ساتھیوں کو گرفتار کر کے بعد میں پھانسی دے دی گئی۔ امیر المؤمنین سید احمد شہید نے بالاکوٹ میں مئی ۱۸۳۱ء میں جام شہادت نوش کیا جبکہ ان کے تربیتی بنگالی مجاہد شارعلی عرف تیرتویک اسی سال زمبریا دوسرے میں عرکس شہادت سے بھگنا ہوئے۔

امدادیہ عالم کے تحقیقی اور علمی مطالعہ کا علمبردار
مدیر: محمد اسلم رانا

ماہنامہ امداد

سالانہ زر تعاون: -/۲۰ روپے
ایک بتیلنگی اور تربیتی جریدہ مطالعہ فرمائیں اور ان حقائق سے آگاہ ہوں جن تک ہماری

رسائی نہیں ہے۔
پتہ: محمد اسلم رانا دفتر ماہنامہ "المداد" مرکز تحقیق مسیحیت، ملک پارک شاہدہ لاہور

نے اپنے مخصوص انداز میں سورۃ المائدہ کے معارف و مسائل کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ عام پڑھے لکھے لوگ ان سے بجزئی استفادہ کر سکتے ہیں اور اہل علم بھی محفوظ رہتے ہیں۔ سورۃ المائدہ میں حلال و حرام کے مسائل کے علاوہ سرقت، قتل اور ڈاکہ جیسے جرائم کے بائے میں شرعی احکام اور بنی اسرائیل کے مختلف احوال کا ذکر بطور خاص اہمیت کا حامل ہے اور حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے ان امور کی وضاحت اس انداز سے کی ہے کہ مختلف طبقوں کی طرف سے ان امور کے بائے میں پھیلانے گئے شکوک و شبہات کا خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو تادیر سلامت رکھیں اور ان کے افادات کو زیادہ سے زیادہ خلق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا اللعالمین

انگریز کے باغی مسلمان

مصنف جاناب مرزا

صفحات ۴۸۸ کتابت و طباعت معیاری

سرورق خوبصورت قیمت جلد ۵/-، روپے

ٹھننے کا پتہ: مکتبہ تبصرہ م/، گلشن کالونی، باداوی باغ لاہور
جاناب مرزا باہمت بزرگ ہیں جو عمر کے اس حصہ میں ماضی، حال اور مستقبل سے بے خبر نئی نسل کو اس کے پرچوش ماضی کی یاد دلانے پر کمر بستہ ہیں اور اپنے بڑھاپے اور بے مڑ سامانی کی پروا کیے بغیر اشاعتی محاذ پر ایک اداسے کا باجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

جاناب مرزا نے آٹھ جلدوں میں کاروانِ احرار لکھی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی اور جدوجہد کو ایک مستقل کتاب حیات امیر شریعت میں سمویا۔ جیل کی بندوبال دیواروں کے پیچھے انسانیت پر ہونے والے



معالم العرفان فی دروس القرآن

(سورۃ المائدہ)

افادات حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ

مرتب الحاج لعل دین ایم۔ اے

صفحات ۵۱۶ کتابت و طباعت عمدہ

قیمت جلد ایک سو پچیس روپے -/۱۲۵ روپے

ٹھننے کے پتے

مکتبہ دروس القرآن، مغلہ فاندوق گنج، گوجرانوالہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ العالی کے دروس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے افادیت و قبولیت کے جس شرف سے نوازا ہے وہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے علوم، دینی معاملات میں ان کی متوازن سوچ، اظہار خیال میں اعتدال اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں پر ان کی گہری نظر کی علامت ہے۔

روزانہ نماز فجر کے بعد جامع مسجد نور میں دیے جانے والے ان دروس قرآن کو الحاج لعل دین صاحب بڑی محنت کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں اور اب تک آخری دو پاروں کے علاوہ سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، آل عمران اور النساء دروس سات ضخیم اور خوبصورت جلدوں کی صورت میں منظر عام پر آچکے ہیں اور زین نظر آٹھویں جلد سورۃ المائدہ کے ۵۴ دروس پر مشتمل ہے جس میں حضرت صوفی صاحب مدظلہ

کرتے ہیں، چھپواتے ہیں، بستی بستی خود پہنچ کر کتاب اپنے دستوں تک پہنچاتے ہیں اور کتاب کے تعارفی پوسٹر اپنے ہاتھوں سے دیواروں پر چسپاں کرتے ہیں۔ آج ہی صبح وہ "الشریعہ" کے دفتر میں اپنی کتاب دینے آئے ترائی لٹریچر میں ایک گٹھڑی تھی انہوں نے گٹھڑی کھولی۔ اس میں سے ایک پوسٹر نکلا۔ ایک پوسٹر کھولی جس میں لٹی تھی۔ پوسٹر پر خود لٹی لگائی اور جامع مسجد کے مین گیٹ پر اسے اپنے آئینہ سے چسپاں کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے مگر جاننا مرزا کی عزت نفس کے احترام نے انہیں پکڑوں کی سرحد عبور نہ کرنے دی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس "مرد درویش" کو صحت سلامتی کے ساتھ اپنے اشاعتی منصوبے مکمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائیں کہ آج کے دور میں جبکہ وسائل و اسباب سے مالا مال اشاعتی ادارے تاریخ کا چھوٹا کھنڈہ بننے پر تڑپ رہے ہیں اور ماضی کی حقیقتوں پر مصلحتوں کے پردے ڈالنے پر تڑپ رہے ہیں۔ "جاننا مرزا" جیسے ٹٹلتے چراغ بھی اگر بجھ گئے تو ماضی کے حقائق کے ساتھ ہمارا رشتہ آخر کون قائم رکھے گا؟

آئینہ تادیبیت

مصنف مولانا محمد فیروز خان

صفحات ۱۴۴

پٹنہ کا پتہ دارالعلوم ندوۃ العلماء ضلع سیالکوٹ

تادیبیت ہمارے معاشرے کا ایک رستا ہونا سہو ہے جس کے جرائم فرنگی استعمار نے اپنے مخصوص نوابا دیالی مقاصد کے لیے ملت اسلامیہ کے صہم میں داخل کیے اور پھر ان کی ایسے سرپرستی اور پرورش کی کہ اس "ناسور" کی جڑیں عالم اسلام کے مختلف حصوں تک پھیل گئیں۔

مظالم کا نقشہ "بڑھتا ہے ذوق جرم" میں پڑے درودوں کے ساتھ کھینچنا، تحریک ختم تہذیب کی مرحلہ دار کہانی مرتب کی اور اب "انگریز کے باغی مسلمان" کے عنوان سے ان مردانہ حیرت انگیز واقعات کو محیطہ تحریر میں لارہے ہیں جنہوں نے برٹش استعمار کے دورِ عروج میں اپنی جانیں تبھیلی پر رکھ کر دنیا میں اپنے وقت کے سب سے بڑے سامراج کولکلا اور بالآخر مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد اسے برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش سے بوریال بستر سیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

"انگریز کے باغی مسلمان" کی پہلی جلد اس وقت ہمارے سامنے ہے جس کے سرورق پر مولانا عبید اللہ سندھی، خان عبدالغفار خان، مولانا حسرت موہانی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا ابوالکلام آزاد، اور امیر شریعت سید عطار اللہ شاہ بخاری کے تصویریں خاکے ہیں اور اندرونی صفحات ۱۸۹۴ء سے ۱۹۵۷ء تک کی داستانِ حریت پر شمل ہیں اور ان میں داستانِ حریت کے مرکزی کرداروں نواب سراج الدولہ، نواب حیدر علی، ٹیپو سلطان، شاہ عبدالعزیز، حافظ صاحب، بہادر شاہ ظفر، سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، تیوہر شہید، رائے احمد خاں کھل شہید، حاجی املا اللہ ماجرگی اور سید جمال الدین افغانی جیسے عظیم مجاہدین آزادی کے معرکہ ہائے حریت دستمال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اپنی ذات میں ایک "بگن" کا محاورہ عام طور پر بڑی شخصیات کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے کے لوگوں میں اگر یہ محاورہ کسی شخصیت پر فٹ آتا ہے تو وہ جاننا مرزا ہیں جو اپنی زندگی کے اٹھویں عشرہ کو بھی شائد عبور کر چکے ہیں لیکن لاٹبریریوں میں گھوم کر خود مواد اکٹھا کرتے ہیں، اسے ترتیب دیتے ہیں۔ اپنے بڑے اور لائق و فرما بزرگ فرزند جناب خالد مرزا کو املا دلاتے ہیں، اپنی نگرانی میں خود کتابت کراتے ہیں۔ پروف ریڈنگ

کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کے تار پود کھیر کر اس حقیقت کا ایک بار پھر اثبات کیا ہے کہ اسلام کے سکر اصول اور دلائل کی روشنی میں عورت کی حکمرانی کی کس صورت میں کوئے گنجائش نہیں ہے۔

مثالی خاتون

ابو جعفر صیاح کی روایت ہے کہ ایک خاتون بہت ہی قبیح شریعت تھیں، ان کے دن رات خدا کی عبادت میں صرف ہوتے۔

وہ خاتون اپنے شوہر سے فراموش تھی۔ اٹھو کب تک نیند کے مزے لیتے رہو گے، غفلت سے بیدار ہو یہ مدبر شہسب کب تک بے گے؟

اور فراموشی کر آپ کو قسم ہے کہ رزق صرف حلال طریقے سے کائیے، اپنی ماں کی خدمت کیجئے، رشتہ داروں کی خبر گیری کیجئے ورنہ اللہ آپ کو چھوڑ دے گا۔

قادیانیت کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی مفادات نقصانات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور علماء امت نے اس فتنے کے ہر پہلو کو بے نقاب کیا ہے۔ زیر نظر رسالہ میں ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد فیروز خان فاضل دیوبند نے قادیانیت کے بارے میں اپنی یادداشتوں کو مرتب کیا ہے۔ معلوماتی رسالہ ہے اور اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا۔

عورت کی سربراہی کا مسئلہ

شبہات و مغالطات کا ایک جائزہ

تالیف حافظ صلاح الدین یوسف

صفحات ۱۲۰

ٹھنڈے کاپڑے دار الدعوة السلفیہ شیش محل ڈرو، لاہور
عورت کی حکمرانی کا مسئلہ قرآن و سنت اور اجماع امت

کی رو سے طے شدہ امر ہے اور اس بات پر امت کے تمام مکاتب فکر کا چودہ سو سال سے اجماع چلا آتا ہے کہ کسی مسلم ریاست میں عورت کو حکمرانی کے منصب پر فائز کرنا شرعاً درست نہیں ہے مگر یورپی سیاست کی پیروی کا شوق سے بعض حضرات پر اس درجہ غالب آ گیا ہے کہ وہ اس اجماعی اور مسلم مسئلہ کو بھی شکوک و شبہات اور مغالطات پیدا کر کے متنازع بنانا چاہتے ہیں اور بالکل اسی انداز سے دلائل کشید کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جیسے ختم نبوت جیسے اجماعی عقیدہ کے خلاف قادیانی علماء قرآن و سنت سے خود ساختہ دلائل کشید کر کے امت کو دھوکہ دینے کے دپے ہے ہیں۔ بہت روزہ الاعتصام لاہور کے فاضل مدیر مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے زیر نظر کتابچہ میں ان لوگوں کے خود ساختہ دلائل کا جائزہ لیا ہے اور مغرب زدگان

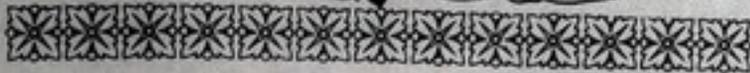
کیا فرعون مسلمان ہو گیا تھا؟

بعض حضرات کا خیال ہے کہ فرعون غرق سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا اسلام قبول ہوا تھا اور اس نے شہادت کی موت پائی ہے۔ اس سلسلہ میں

شیخ العرب العجم مولانا سید حسین احمد مدنی

کا ایک تحقیقی مضمون "الشریعت" کے آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تختِ کابل الٹا چند دن کی بات



عزم و ہمت کے دھنی، آن دہن کے پاسبان اے مجاہدِ عظمتِ اسلام کے تاباں نشان
 تیری عظمت کے مقابل سرنگوں ہے آسمان
 تو نے استیاد کے ایوان ہلا کر رکھ دیے رُوس کے ارمان مٹی میں ہلا کر رکھ دیے
 پھولِ نفع و کامران کے کھلا کر رکھ دیے
 مَر جہا صد مَر جہا افعالِ مہمہ شاد باد ہے ترا مقصد خدا کی راہ میں کرنا جہاد
 کاٹنے پائے جہاں بیخِ دُہنِ شرفِ فنا
 کرنے سمار کرنے آمریت کے حصار بربریت کے نظر آتے ہیں اب ہر سُو مزار
 ہے ہمیشہ سے یہی اللہ والوں کا شعار
 سلطتِ اسلام کے تو نے علم لہرا دیے رُوس کے مزدور کو ناکوں چنے چبوا دیے
 سرد سینوں میں الاذ جوش کے دہکا دیے
 ناک میں دم کر کے چھوڑا ترے میخائیل کا توڑ پھینکا زعمِ باطل ہندو اسرائیل کا
 پھر گیا نقشہ نگاہوں میں صحابِ نبیل کا
 فلیقتا لے فی سبیل اللہ ہے مقصد ترا چشمِ یزداں میں عمل مقبول ہے بے حد ترا
 ہو گیا ہے مفصلِ عالم میں اُدنچا قدر ترا
 راہِ دین میں جہدِ پیہم جب تری دن رات ہے فسح و تاسیُدِ خداوندی بھی تیرے ساتھ ہے

تختِ کابل الٹا چند دن کی بات

حضرت سردار میوانی



نقشہ وقت اختتامِ عمری افطارِ صومِ بابرِ رمضان المبارک و عشرہ اولیٰ اشوالِ المکرم

یہ نقشہ مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کے نظام الادقت کے مطابق ہے اور صرف گوجرانوالہ اور محدود نواح کے لیے ہے۔
 زمرہ بندی: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صوفی مدظلہ العالی: خطبہ شہر مولانا زلفی اللہ راشدی

تاریخ	طابق	دن	اختتامِ عمری	افطارِ صوم
۲۱ رمضان المبارک	۱۷ اپریل	منگل	۵۸-۲	۶-۲۸
۲۲	۱۸	بدھ	۵۷-۲	۶-۲۸
۲۳	۱۹	جمعرات	۵۶-۲	۶-۲۹
۲۴	۲۰	جمعہ المبارک	۵۵-۲	۶-۳۰
۲۵	۲۱	ہفتہ	۵۴-۲	۶-۳۱
۲۶	۲۲	اتوار	۵۳-۲	۶-۳۲
۲۷	۲۳	پیر	۵۱-۲	۶-۳۳
۲۸	۲۴	منگل	۵۰-۲	۶-۳۴
۲۹	۲۵	بدھ	۴۹-۲	۶-۳۴
۳۰	۲۶	جمعرات	۴۸-۲	۶-۳۴
۳۱	۲۷	جمعہ المبارک	۴۷-۲	۶-۳۵
۱	۲۸	ہفتہ	۴۶-۲	۶-۳۶
۲	۲۹	اتوار	۴۵-۲	۶-۳۶
۳	۳۰	پیر	۴۴-۲	۶-۳۶
۴	۳۱	منگل	۴۳-۲	۶-۳۶
۵	یکم	منگل	۴۲-۲	۶-۳۶
۶	۲	بدھ	۴۱-۲	۶-۳۸
۷	۳	جمعرات	۴۰-۲	۶-۳۹
۸	۴	جمعہ المبارک	۳۹-۲	۶-۳۹
۹	۵	ہفتہ	۳۸-۲	۶-۵۰
۱۰	۶	اتوار	۳۷-۲	۶-۵۱

الشریعة اکیڈمی

کاتیم مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے عمل میں لایا گیا ہے۔
 • علماء و طلبہ کو فرائض اسلام کی جدوجہد کے لیے تیار کرنا۔
 • اسلامی نظام کے بارے میں اسلام دشمن لابیوں کے پھیلنے
 بڑے شوک و جھمک کے لیے تحریر و تقریر کے ذریعے
 جدوجہد کرنا۔
 • طلبہ اور نوجوانوں کو ضروری دینی معلومات بھروسہ کرنے کیلئے
 لٹریچر کی اشاعت اور تعلیمی کورسز کا اہتمام۔
 • تعلیم و تبلیغ کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ کی محنت
 اس سلسلہ میں ایک علمی و دینی مجلہ :-

ماہنامہ الشریعة

پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔
 سالانہ چندہ ایک سو روپیہ :- فی پرچہ دس روپے
 اصحابِ غیر الشریعة اکیڈمی کے ساتھ تعاون فرمائیں
 اور ماہنامہ الشریعة کے حشریہ آرٹیکل
 رقم کی ترسیل کیلئے: مولانا زاہد الراشدی،
 اکاؤنٹ نمبر ۱۵۹۹ صیب بینک، بازار قانہ والا، گوجرانوالہ۔
 • الشریعة اکیڈمی گوجرانوالہ کے لیے قلم خندانوں کو
 چوکے قریب جی ٹی روڈ پر ایک پلاٹ کاسوا کیا گیا ہے
 جہاں اکیڈمی کی تعمیر کا پروگرام ہے۔ اصحابِ غیر
 اس سلسلہ میں بطور خاص تعاون فرمائیں۔

تاریخ	طابق	دن	اختتامِ عمری	افطارِ صوم
۲۸	۱۸	بدھ	۲۲-۴	۶-۲۲
۲۹	۱۹	جمعرات	۲۱-۴	۶-۲۵
۳۰	۲۰	جمعہ المبارک	۲۰-۴	۶-۲۶
۳۱	۲۱	ہفتہ	۱۹-۴	۶-۲۶
۱	۲۲	اتوار	۱۸-۴	۶-۲۶
۲	۲۳	پیر	۱۷-۴	۶-۲۸
۳	۲۴	منگل	۱۶-۴	۶-۲۸
۴	۲۵	بدھ	۱۵-۴	۶-۲۹
۵	۲۶	جمعرات	۱۴-۴	۶-۳۰
۶	۲۷	جمعہ المبارک	۱۳-۴	۶-۳۰
۷	۲۸	ہفتہ	۱۲-۴	۶-۳۱
۸	۲۹	اتوار	۱۱-۴	۶-۳۱
۹	۳۰	پیر	۱۰-۴	۶-۳۲
۱۰	۳۱	منگل	۹-۴	۶-۳۳
۱۱	۱	بدھ	۸-۴	۶-۳۳
۱۲	۲	جمعرات	۷-۴	۶-۳۴
۱۳	۳	جمعہ المبارک	۶-۴	۶-۳۴
۱۴	۴	ہفتہ	۵-۴	۶-۳۵
۱۵	۵	اتوار	۴-۴	۶-۳۶
۱۶	۶	پیر	۳-۴	۶-۳۶

اشوالِ المکرم جس کے مختلف حصوں میں ہفتہ وار ماہانہ دس قرآن و حدیث کے نصاب اور دیگر نصاب شامل ہیں۔
 جامع مسجد گوجرانوالہ، زین العابدین کالونی گوجرانوالہ، ہر ماہ بروز جمعہ ماہ کا ایسا شمارہ ہے جس میں ماہنامہ الشریعة کا شمارہ اور دیگر اشوالِ المکرم کا شمارہ ہے۔
 دوسرا شمارہ نماز عشا جامع مسجد گوجرانوالہ، حلقہ اولیٰ، حلقہ اولیٰ، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ۔ ہر ماہ بروز جمعہ ماہ کا ایسا شمارہ ہے جس میں ماہنامہ الشریعة کا شمارہ اور دیگر اشوالِ المکرم کا شمارہ ہے۔
 گلی کا کرشن ٹیٹر گوجرانوالہ۔ ہر ماہ بروز جمعہ ماہ کا ایسا شمارہ ہے جس میں ماہنامہ الشریعة کا شمارہ اور دیگر اشوالِ المکرم کا شمارہ ہے۔



شائع کردہ الشریعة اکیڈمی مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ پوسٹ بکس ۳۳۱ فون ۶۲۹۴۷

پیشہ

تقریرات



پاک صحیفہ قرآنیہ

نذیر انڈسٹری سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ فون ۸۱۴۴۶
۴۱۴۴۶

فون: ۲۱۴۱

دینی علوم کی معیاری درگاہ
مدرسہ صدیقیہ تعلیم القرآن لیتہ

جہاں قرآن و حدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی تعلیم تجربہ کار اساتذہ کرام کی نگرانی میں دی جاتی ہے اور بیرونی طلبہ بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں، جنکی خوراک، رہائش اور دیگر ضروریات کی کفالت مدرسہ کے ذمہ ہے۔

اصحاب خیر مدرسہ کے ساتھ دلمے، قدمے، سخنے تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

منجانب: حافظ محمد علی صدیقی قادری مہتمم و اراکین انتظامیہ مدرسہ صدیقیہ تعلیم القرآن
پرانہ غلہ منڈی لیتہ